آسودگی، اُداس لمحوں کی

مظہر قسیم مظہر

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ
وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ۔ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ۔ اِلَّا
الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا
وَّانْتَصَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۭ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ

(الشعراء آیات ۲۲۴ تا ۲۲۷)

رہے شعراء، تو اِن کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے ہیں اور ایسی باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں ہیں۔ بجز اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور اللہ کو کثرت سے یاد کیا اور جب ان پر ظلم کیا گیا تو صرف بدلہ لے لیا۔ اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ وہ کس انجام سے دوچار ہوتے ہیں۔

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرمِ رازِ درونِ میخانہ

علامہ اقبالؒ

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب: آسودگی، اُداس لمحوں کی

شاعر: مظہر قسیم مظہرؔ

انتخاب (مدد): رازیہ نسرین

خطاطی (کمپیوٹر): گوشہ ہائے جگرِ شاعر

(ابوذر، داؤد، سعود، اقصیٰ، ازکی)

تدوین: ابوذر قسیم

اہتمام: داؤد قسیم، سعود قسیم

مطبع: پرنٹنگ پریس، لاہور

تاریخ اشاعت: جنوری ۲۰۰۰ء

تعداد: پانچ سو

ناشر: میاں محمد مظہر قسیم

قیمت: پاکستان ۲۰۰ روپے، سعودی عرب ۲۰ ریال

دیگر ممالک ۶ امریکی ڈالر

آئندہ کتب: جلتے دیئے، احساس کے (انتظارِ طباعت)

گلِ صحرا (زیرِ ترتیب)

کلیاں، غنچے، پھول (زیرِ ترتیب)

اردو کلام: شاعر: دلگیر جالندھری (انتخاب و ترتیب)

پنجابی کلام: شاعر: دلگیر جالندھری (انتخاب و ترتیب)

انتساب

اپنے خلد آشیاں والدین کے نام، جنہوں نے میرے شاندار مستقبل کے لیے نہ صرف دعائیں مانگیں بلکہ اپنے محدود وسائل کے باوجود پنجاب یونیورسٹی میں تعلیم کے لیے بھجوایا۔ اس فیصلے میں والدہ محترمہ کا بھرپور اصرار والد صاحب کی مصلحت اندیشی پر غالب آ گیا تھا۔

دردِ دل کو زبان دو مظہرؔ
ورنہ کیا شاعری میں رکھا ہے

اُداس لمحوں کو آسودگی عطا ہو گی
رگِ شعور میں ایسی شراب ہے لوگو

آنسو

دل میں جب تک تھا تو اک طوفان تھا
آنکھ سے ٹپکا تو بے بس ہو گیا

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

اپنی بات

میرے نزدیک مصنف کی طرف سے دیباچے کے طور کچھ کہنا محض روایت نبھانا نہیں بلکہ ایک ضرورت ہے۔ میری اپنی عادت یہ ہے کہ میں کسی کتاب کے مطالعے سے پیشتر کتاب کے اس حصے پر نظر ضرور دوڑاتا ہوں۔ اس طرح قاری کو مصنف کے دل کی اُن باتوں کا اندازہ بھی ہوسکتا ہے جس کو وہ کتاب کے موضوع کی تنگی کی وجہ سے نہیں کہہ سکا ہے اور وہ خود اپنے توسنِ طبع کو بھی میلان کی لگام دے سکتا ہے۔ اپنے ایک بزرگ شاعر دوست جناب غضنفر روہتکی کے بقول میں اپنے والدِ محترم (مرحوم) کی انگلی پکڑ کر مشاعروں میں شرکت کے لیے آیا کرتا تھا۔ میرے والدِ محترم، جناب فتح محمد دلگیر جالندھری فنِ عروض سے واقف کار کہنہ مشق شاعر تھے۔ ہمارا خاندان جالندھر کے ایک گاؤں بالو کی کلاں سے نقل مکانی کر کے پاکستان میں قصبہ تلمبہ (تحصیل میاں چنوں) میں آباد ہو گیا تھا۔

برِصغیر کی تقسیم اور پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے پر ہجرت کے وقت مسلمانوں کو جن جن کڑے حالات اور سفر کی صعوبتوں سے پالا پڑا، ان کا تذکرہ آج بھی خون کے آنسو رلانے کے لئے کافی ہے۔ ہمارا خاندان چونکہ گاؤں سے منتقل ہو رہا تھا اس لیے اسے اور بھی مشکلات سے پالا پڑا۔ میں خود تو اُس وقت بہت چھوٹا تھا اِس لیے ذہن میں اُس کا ہلکا سا خاکہ بھی محفوظ نہیں ہے۔ گندم کی کمی کی بدولت سفر کے دوران جب مکئی کے آٹے کی روٹی پکائی جاتی، جس کو کھانے سے مَیں انکاری ہوتا تو توتلی زبان میں ''مَیں نئیں مِسّی روٹی کھانی مَیں کنکاں دی کھانی آں'' دہراتے ہوئے الٹے پاؤں چلتا جاتا۔ بالآخر یہ یقین دلانے پر واپس لوٹتا کہ میرے لیے علیحدہ سے گندم کی روٹی پکی ہے۔ اس فقرے کا اثر آج بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے اور یاد آنے پر مجھے کچوکہ سا لگتا ہے۔ اِس احساس کو میں نئی نسل تک منتقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں، جو آج آزادی کی نعمت سے

بے نیاز محض اَکل وشرب اور کھیل کود کی عادی ہو چکی ہے، جب کہ اپنی ہمسایگی میں ایسا دشمن رکھتی ہے جو آج بھی پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کرتا اور دو قومی نظریے کو بحیرہ عرب میں ڈبونے کی بات کرتا رہتا ہے۔ نظریے کی بنیاد پر وجود میں آنے والے اس ملک میں سازشوں کی بنا پر اسلامی نظریۂ حیات پر سیاسی نظام قائم نہ کیا جا سکا۔ نئی نسل سن لے کہ اپنے بزرگوں کی کوتاہی کا نوٹس اُسی کو لینا ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی سے کوئی نہ بچ سکے گا۔

جہاں تک میری شاعری کا معاملہ ہے اس کا باقاعدہ آغاز تو شاید مَیں نے آج کے دن تک بھی نہیں کیا۔ تاہم ساٹھویں دہائی کے اوائل میں جب مَیں ایمرسن کالج ملتان میں فرسٹ ایئر کا طالب علم تھا تو کالج کے مجلّے ''نخلستان'' میں چھپنے والی ایک آزاد نظم ''تاج محل'' سے متاثر ہو کر میں نے ایک آزاد نظم ''پریوں کا دیس'' کہی تھی۔ بعد میں آزاد نظموں ہی کو لیکر میں اپنے قصبے میں ہونے والے مشاعروں میں وقتاً فوقتاً شریک ہوتا رہتا تھا۔ اِن نظموں میں عہدِ شباب کا جذباتی پن نمایاں تھا۔ اَب بھی شاذونادر آزاد نظم اور شاعری کی دیگر اصناف پر طبع آزمائی کرتا رہتا ہوں، وگرنہ عمومی طور پر طبیعت غزل کی طرف مائل ہوگئی ہے۔ رشتے کے لحاظ اور شرم نے کبھی والدِ محترم سے اصلاح لینے کی جرأت نہیں پیدا ہونے دی اور نہ ہی اِسکے علاوہ میں نے اتنا وقت نکالا ہے کہ کسی سے اصلاح لوں۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ میرا ذوق تشنۂ شوق رہا ہے۔ بس فنِ شاعری پر کتابوں کا مطالعہ کر کے اور خدا تعالیٰ کی عطا کردہ موزونیت کی بنا پر مَیں نے اِس فن کو اِس حد تک حاصل کیا ہے کہ آج باقاعدہ ایک مجموعۂ شاعری ''آسودگی، اداس لمحوں کی'' آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ فنِ عروض کی بقدرِ ضرورت شدھ بدھ بھی مَیں نے ذاتی مطالعے سے حاصل کی ہے۔

اپنے قصبے میں ہونے والی نشستوں کے بزرگ شعراء تو آہستہ آہستہ داعیٔ

اجل کو لبیک کہہ گئے ہیں، مگر اس وقت کے موجود شعرا اصاحبان غضنفر روہتکی، خادم رزمی، طاہر واسطی، مظفر مسعود ظفر، نادم کرنالی، سرفراز فراز، انیس مراد آبادی، مدثر ضیاء، مبصر یزدانی اور رضا شاہین سے جب بھی پاکستان جاؤں تو ملاقات رہتی ہے۔ یہ سب احباب ہمیشہ محبتوں کے پھول پیش کرتے ہیں۔ میرے بھی دل میں اُن کی بڑی قدر ہے۔ جناب غضنفر روہتکی نے قصبہ تلمبہ میں ادب کی شمع اپنے خونِ جگر سے جلا رکھی ہے، جس پر نئے نئے پروانے جانثاری کے لئے تیار رہتے ہیں۔ میرے پاکستان جانے پر یہ اصحاب خصوصاً مشاعرہ منعقد کرتے ہیں اور ان کا کرم ہے کہ مہمانِ خصوصی کا اعزاز مجھے بخشد یتے ہیں۔

مجھے ہر چند یہ احساس ہے کہ بات طویل ہو رہی ہے، تاہم پہلی کتاب ہونے کی وجہ سے مَیں یہ سب کچھ کہنا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ یہ چند یادداشتیں ارضِ قرطاس پر کندہ کر دی جائیں اور آئندہ حوالے کے طور پر کام آسکیں۔ یوں تو اِس سے پہلے میرا علیحدہ سے کوئی مجموعہ نہیں چھپا، تاہم اپنے قصبے میں چھپنے والے مجموعوں ''تاروں کی بارات'' اور ''اندھیر رستے روشن دیئے'' اور الریاض (سعودی عرب) میں مرتب ہونے والی کتاب ''مشرقِ وسطی میں اردو'' میں میری نظمیں اور غزلیں چھپ چکی ہیں۔ میں ایک ہفت روزہ کا اجرا کر کے اور نقصان کی بنا پر بند کرنے کا شوق بھی پورا کر چکا ہوں۔

مَیں نے نوائے وقت پبلیکیشنز کے ایک ہفت روزہ ''قندیل'' کے لیے جامعہ پنجاب میں تعلیم کے دوران طلبہ اور طالبات کے مسائل پر لکھا ہے اور روزنامہ امروز کے لئے بھی لکھتا رہا ہوں۔

۱۹۷۶ء میں سعودی عرب آنے کے بعد مَیں نے تساہل کی بنا پر اپنے کلام کو جرائد میں چھپوانے سے کوتاہی اختیار کر لی۔ اِس سال پاکستان وزٹ کے دوران جناب غضنفر روہتکی نے توجہ دلانے کی غرض سے اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ

اگر چھپوانے کا شوق نہیں ہے تو لکھتے کیوں ہو؟ وقتی طور پر تو اُنھیں مطمئن کرنے کے لیے میں نے کہہ دیا کہ بس مقامی نشستوں میں شرکت کر لینے اور چند اہلِ ذوق اصحاب کو سنا لینا ہی کافی سمجھتا ہوں، مگر یہ احساس بھی ہوا کہ اس سلسلے میں سنجیدگی سے کچھ سوچنا چاہیے۔

اپنی موجودہ کمپنی (سعودی آرامکو) کے المنیر کیمپ میں جب سیّد یونس اعجاز کی کوششوں سے ستر اور اسّی کی دہائیوں میں شعری نشستوں کا پروگرام بنا، تو اِس ناچیز کو بھی ایک عرصے تک میزبانی کا شرف حاصل رہا ہے۔ یہ عموماً طرحی مشاعرے ہوتے تھے۔ اِن نشستوں میں جناب سلطان محمود آشفتہ، ذکا صدیقی، پروفیسر واصل عثمانی اور یونس اعجاز جیسے شعراء صاحبان کی شرکت باعثِ افتخار رہی ہے۔ ایک دفعہ پروگرام بنا کہ پاکستانی کمیونٹی اسکول الخبر میں علامہ اقبالؒ کی یاد میں محفلِ مشاعرہ منعقد کی جائے۔ جناب ملک محمد عباس (بانی اسکول) کے تعاون سے یہ بہت ہی کامیاب مشاعرہ ہوا۔ تاہم ایک لطیفہ بھی ہوا کہ اس سے پہلے بزمِ اقبالؒ نام کی کوئی تنظیم نہ تھی مگر اسٹیج پر تنظیم کو عہدیداران کے ناموں کے ساتھ پیش کر دیا گیا۔ جناب ارشد بشیر ارشد جو صدرِ مجلس تھے اور بڑے صاف گو (بے لحاظ ہونے کی حد تک) تھے۔ انہوں نے اپنے صدارتی خطاب میں اس بات کی قلعی کھول دی کہ کون سی بزمِ اقبالؒ اور کون سے عہدہ داران؟ مَیں کسی بزمِ اقبالؒ کا صدر نہیں ہوں۔ یہ بات حقیقت تھی کہ ہر ماہ باقاعدہ ملنے والوں نے تب تک کوئی تنظیم نہیں بنائی تھی۔ البتہ اس کے بعد بزمِ اقبالؒ کے نام سے باقاعدہ پاکستانی اسکول الخبر میں برسوں جناب ملک محمد عباس کے تعاون سے یومِ اقبالؒ اور یومِ آزادیٔ پاکستان کے سلسلے میں تقریبات ہوتی رہی ہیں، جن میں بعض اوقات پندرہ پندرہ، بیس بیس کی تعداد میں شعراء نے اپنا کلام پیش کیا ہے۔ حال ہی میں سیّد یونس اعجاز جو کہ ان محفلوں کے روحِ رواں ہوا کرتے تھے، کے سعودی ارامکو سے سروس مکمل کر کے امریکہ جانے کے بعد اب یہ سلسلہ تعطل کا

شکار ہے،تاہم اورسیز پاکستانی رائٹرز فورم کا تنظیمی ڈھانچہ موجود ہے۔

پچھلے بیس برسوں میں ہونے والی نشستوں میں محترمہ ریحانہ روحی، سلطان محمود آشفتہ، ذکا صدیقی، پروفیسر واصل عثمانی ،یونس اعجاز،عبدالغفور انجم، اقبال نواز، رفیع بخت نفیس ،سید عتیق انجم ، طارق بٹ، عاصم صدیقی، اقبال قمر، زین صدیقی، جاوید علی شاہ، منظور نعمان قابلِ ذکر ہیں۔ جوان سال شعراء میں اقبال قمر سے امید کی جاسکتی ہے کہ سعودی عرب کے اِس شرقی صوبے میں شمعِ محفل کو بجھنے نہ دے ۔ بھاگ دوڑ کرنے والا یہ نوجوان اپنی صلاحیتوں کی بنا پر روشن مستقبل لئے ہوئے ہے۔انسانی زندگی کے لئے اجتماعیت کو ایک نعمت سمجھ کر سعودی عرب میں مقیم پاکستانیوں نے پاکستان فورم کے نام سے ایک تنظیم قائم کر رکھی ہے۔ یہ تنظیم اپنے تنظیمی ڈھانچے کی مضبوطی، وجود کے تسلسل، پروگراموں کے انعقاد اور سیاسی ہم آہنگی کے لحاظ سے یکتائے روزگار ہے۔ حالات کی مناسبت سے یہ اپنے پروگراموں میں شعراء کو بھی دعوت دیتی رہتی ہے۔ اسی حوالے سے ناچیز بھی اُس کی نگاہوں کا مرکز رہتا ہے۔ اس فورم میں جناب مشتاق احمد ملک،شوکت علی، سید شاہد علی اور محمد نسیم پاشا ذمہ داران کی حیثیت سے مجھے اکساتے اور شاعر کی حیثیت سے دعوت دیتے رہتے ہیں، جس کے لئے میں اُن کا ممنونِ احسان ہوں۔

میں نے جس دور میں کچھ لکھا ہے، وہ بصد کوشش شعری خوبیوں کو ملحوظ رکھنے کے باوجود، حالات پر نظر رکھنے والا قاری محسوس کر سکتا ہے۔ میرے نزدیک یہ میرے فن کی برائی نہیں ہے، بلکہ ابلاغ کا مناسب طریقہ ہے۔ بے مقصد شاعری میرے نکتۂ نظر سے وقت کا بے جا اصراف ہے۔

؎ میں لکھتا ہوں کہ جب حالات کی کرنی ہو عکاسی
وگرنہ کیا تضیعِ وقت سے مجھ کو ہو دلچسپی

میں نے کبھی تسلسل سے شاعری نہیں کی، البتہ طویل خاموشی کا قفل دوستوں کے

اصرار پر وقتاً فوقتاً ٹوٹتا رہا ہے۔

نظریاتی شاعری کے خلاف آخری سانسیں لیتی ہوئی صدی میں بڑی زوردار آوازیں بلند ہوتی رہی ہیں، اور مثال کے طور پر رُوس کی شاعری کو پیش کیا جاتا رہا ہے۔ مَیں خود نظریاتی شاعری کا ہی وکیل ہوں لیکن نظریہ وہ نہیں جو انسان نے عقلی تجربہ گاہ میں خود تیار کیا اور پروان چڑھایا ہو۔ مَیں جس نظریے کی وکالت کرتا ہوں اُس کی اساس انسان کی وہ فطرت ہے جس پر اُس کے خالقِ حقیقی نے اُسے پیدا کیا ہے۔ یہ ازل سے ہے اور ابد تک قائم رہے گا۔ یہ خود مر سکتا ہے، نہ اس کا وکیل پچھاڑا جا سکتا ہے۔ آپ ''ادب برائے ادب'' اور ''ادب برائے زندگی'' کے فلسفوں کی بحث سے پہلے کی شاعری کو انصاف سے پرکھئے، آپ کو زوردار نظریاتی شاعری نظر آئیگی اور نظریاتی شاعری کے فوائد کا آپ پر انکشاف ہو جائے گا۔

اس مجموعہ کو پیش کرنے میں میرے نزدیک اپنے فن کا سکّہ منوانا نہیں ہے، کیونکہ مَیں نے کبھی بھی اس فن کو اتنی گہرائیوں میں جا کر پڑھا ہے، سیکھا ہے اور نہ اسے زیرِ مشق لایا ہوں۔ میری شاعری تو ایک فطری چیخ ہے جو کہ ہر ذی حس کے منہ سے بے اختیار نکل جاتی ہے یا قہقہہ ہے جو بے تکلف لنڈھایا جاتا ہے۔

؎ سحر کی چاپ بھی پاؤں تو کھل کے پھول بنوں
مَیں آئینہ تو نہیں دیکھ کر رہوں خاموش

یہ سُپر مارکیٹ کا دور ہے۔ ایک ہی چھت تلے مختلف اشیا کے حصول کو بہتر سمجھا جانے لگا ہے۔ اسی لیے اس مجموعہ میں مَیں نے مختلف اصنافِ سخن کی شمولیت کو مناسب سمجھا ہے۔ شامل شدہ چند ہائیکو مَیں نے پروفیسر واصل عثمانی اور منظور نعمان کی مشترکہ کتاب

''تازہ ہوا بہار کی'' کے دیباچہ سے اس فن کو سمجھ کر کہے تھے۔ ہائیکو اچھی صنفِ سخن ہے، اس کو آگے بڑھتے رہنا چاہئے۔

میرا تعلق پنجاب سے ہے جس کی روایت ہے کہ کسی کے دیئے گئے تحفے کو اپنے اُوپر قرض سمجھا جاتا ہے۔ شاعر احباب اپنے مجموعۂ کلام کے نسخے اعزازی طور پر عنایت فرماتے رہے ہیں۔ میرے لئے ان تحفوں کا بدل یہی ہوسکتا ہے کہ انہیں اپنے مجموعۂ کلام کے اعزازی نسخے پیش کروں۔ چنانچہ دیگر کئی وجوہات کے علاوہ یہ فکر بھی اسے ترتیب دینے اور چھپوانے کی وجہ بن گئی ہے۔

میری شریکۂ حیات اچھی خاصی پڑھی لکھی ہونے کے باوجود واجبی سا شعری ذوق رکھتی ہے۔ میرے اصرار پر جب وہ شعر سننے کے لیے تیار ہو جاتی ہے تو اکثر اوقات اس کے چہرے پر فخریہ سی لہر دوڑ جاتی ہے، شاید اس احساس سے کہ میرا میاں (اُس کی سوچ کے مطابق) اچھا شعر کہہ لیتا ہے۔ یہ میرے فن کی خوبی کے بارے میں بے شک ایک معتبر سند نہیں ہے، تاہم مجھے یہ اطمینان ہے کہ پڑھنے والے مجھے ضرور ایک مخصوص طرز کا شاعر پائیں گے۔ مَیں نے اپنی قلبی واردات کے اِظہار کے لئے شاعری کو ایک ذریعہ بنایا ہے اور پوری کوشش کی ہے کہ اپنے تجربوں اور مستقبل سے وابستہ امیدوں کا اظہار کرسکوں، وگرنہ تمام شعراء کی طرح میرے پاس بھی وہی چھتیس حروفِ تہجی ہیں جو اُن کے پاس ہیں۔ مجھے حق ہے کہ مَیں اِن کو اپنے انداز سے استعمال کروں۔ اِسی چیز نے میری شاعری کو بھی ایک علیحدہ رنگ دیا ہے۔ یہی کچھ ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا۔ بنیادی طور پر ہر شاعر اپنے ہی تجربوں، تجزیوں اور امیدوں کو ضبطِ سخن میں لاتا ہے مگر قاری ان میں خود اپنے مزاج کی خوشبو سونگھ لیتا ہے۔ غالباً یہی وہ عنصر ہے جو قاری کو نئے شاعر کے مطالعے کے لئے آمادہ کرتا ہے۔

اس مجموعے کی تیاری کے دوران جب یہ محسوس کیا گیا کہ اگر اتنا سارا منتخب شدہ مواد ایک ہی کتاب کے طور پر چھاپا گیا تو وہ کتاب بہت ضخیم ہوگی۔ اس لئے بہت سا مواد روک لیا گیا۔ اس کو علیحدہ سے ایک مجموعے ''جلتے دیے، احساس کے'' کے نام سے انشا اللہ جلد مرتب کر کے شائع کروایا جائے گا۔ اِس مجموعے میں شامل

رشحاتِ قلم ۱۹۷۹ء سے تا حال کے ہیں۔ آئندہ مجموعہ بھی اِسی دور کی شاعری پر محیط ہوگا۔

میرے والدِ محترم جناب فتح محمد دلگیر جالندھری کہنہ مشق شاعر تھے مگر مضافاتی زندگی اور دیگر وجوہات کی بنا پر اپنے کلام کو چھپوانے سے محروم رہے۔ میرے قصبے کی ادبی تنظیم نے یہ کام مجھے سونپا تھا کہ میں اُن کا اردو اور پنجابی کلام مرتب کر کے شائع کرواؤں۔ اس سلسلے میں بے انتہا دیر ہو چکی، جس پر میں شرمندہ ہوں اور اس کو ابھی تک خود پر ایک قرض سمجھتے ہوئے، اب جبکہ بات چل نکلی ہے، تو اِنشاءاللہ جلد مرتب کر کے چھپوانے کی کوشش کروں گا۔

اس مجموعے کی تیاری میں میرے فرزندان، ابوذر، داؤد اور صعود اور چھوٹی بچیوں، اقصیٰ اور ازکیٰ نے پوری خوشی سے جو تعاون کیا ہے، اسے میں فراموش نہیں کر سکتا۔ اپنی شریکۂ حیات کا بھی اس لیے ممنون ہوں کہ وہ اس کام میں آڑے آنے کی بجائے نہ صرف خوشی سے گوارا کرتی رہی ہے بلکہ انتخاب کے سلسلے میں اس نے اپنے مفید مشوروں سے بھی خوب مدد کی ہے۔ میں اپنے ماشاءاللہ ڈھیر سارے دوستوں (ہسپتال میں میرے ایک دفتری ساتھی نے کہا تھا کہ میں آپ کے حلقۂ احباب پر حسد تو نہیں کرتا مگر ماشاءاللہ اس معاملے میں آپ بڑے خوش نصیب ہیں، جس کے چاہنے والے اس تعداد میں موجود ہیں) میں خصوصی طور پر ملک فاروق احمد کا احسان مند ہوں کہ وہ ہمیشہ مجھے مشقِ سخن کو جاری رکھنے پر اکساتے رہتے ہیں اور اکثر نجی ملاقاتوں کے دوران میں یا ٹیلیفون پر سن کر حوصلہ افزائی فرماتے رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں مَیں اپنے اُن کرم فرمایوں کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے اس مجموعے کی تیاری اور قارئین تک پہنچانے میں میری کسی نہ کسی انداز میں معاونت کی ہے۔ قارئین حضرات سے التماس ہے کہ وہ اپنی آراء سے مطلع فرما کر اُداس لمحوں کو آسودگی عطا فرمائیں، جس کے لئے مَیں بے حد ممنون ہوں گا اور اپنے فن کو نکھارنے

میں اُن کی مفید آراء میری مدد و معاون ثابت ہونگی۔

سراپا نیاز

مظہر قسیم مظہرؔ

۲۱/ اکتوبر ۱۹۹۹ء

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

مظہر قسیم مظہرؔ: ایک راست گو شاعر

شعر گوئی جز وقتی مشغلہ نہیں اور جس نے اسے جز وقتی مشغلہ سمجھ کر اپنایا ہو، اسے ترقی کے مدارج طے کرنے میں بہت وقت درکار ہوتا ہے۔ شعر گوئی قدرت کی طرف سے ایک تحفہ اور عطیہ ہے جو ہر کس و ناکس کو تفویض نہیں کیا جاتا۔ اس عطیۂ خداوندی کو مزید سیقل کرنے کے لئے مستقل محنت اور مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔ دراصل مشق اور مسلسل مشق ایک ایسی ریاضت ہے جو دنیا کے دوسرے مسائل و افکار سے بڑی حد تک بے نیاز رہنے پر مجبور کرتی ہے۔ شعر گوئی بڑے حوصلے اور عزم و ہمت کی خواہاں ہے۔ اپنے ضروری مشاغل سے پہلو تہی کر کے لیلائے غزل کے گیسو سنوارنا سب کے بس کی بات نہیں ہے۔ جذبات اور محسوسات کو خوبصورت اور موزوں و مناسب الفاظ کے دائروں میں مقید کرنا جوئے شیر لانے کے مماثل ہے۔ شاعر حقیقی معنوں میں اپنے قاری اور سامع سے یہ توقع کرتا ہے کہ وہ تخلیق کی گہرائی اور گیرائی سے لطف اندوز ہو کر اُس فضا میں گم ہو جائے جس کا اظہار اُس نے اپنے قلم سے کیا ہے اور اپنی کیفیت کو قلمبند کرنے میں سعیٔ بلیغ کی ہے۔ کیف و نشاط یا غم و اندوہ کا وہ عالم جسے شاعر نے محسوس کیا، اُسے بجا طور پر پیش کر کے اپنے سامع کو بھی اپنا شریکِ خیال بنانا چاہتا ہے۔

علامہ شبلی کی نظر میں جو جذبات یا احساسات الفاظ کے ذریعہ سے ادا ہوں وہ شعر ہیں یا جو کلام انسانی جذبات کو برانگیختہ کرے اور ان کو تحریک میں لائے وہ شعر ہے۔ ایک عربی ناقد نے شعر کی تعریف یوں بھی کی ہے کہ کلامِ موزوں بلا ارادہ شعر کہلاتا ہے۔ کولرج نے بھی بہترین الفاظ کو بہترین ترتیب سے پیش کرنے کو شعر کہا ہے۔ اِن سب آرا کے پیشِ نظر ایک اچھے شاعر کو اعتبار حاصل کرنے کے لئے اِن تمام اجزئے ترکیبی کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہئے تا کہ اِس کی آواز میں ایک

منفرد لہجہ اور اسلوب جنم لے سکے۔ صرف حسین الفاظ کے مجموعہ کو شعر کہنا شعر و غزل سے بہت بڑا مذاق تصور کیا جائے گا۔ حسین الفاظ، بلند خیالات اور مناسب بندش شعر کو اصلی رنگ و روپ عطا کرتے ہیں۔ رنج و غم اور مسرت و شادمانی کے اثرات ہر انسان پر مرتب ہوتے ہیں، جن کا سلیقے سے موزوں و مناسب الفاظ میں اظہار ہی شاعر کو ایک عام انسان سے مختلف اور ممتاز کرتا ہے۔ جسے اپنے خیالات کو پیش کرنے کا ہنر آتا ہے، وہی اچھا اور معتبر شاعر کہلانے کا مستحق ہے۔ یہ شاعر ہی ہے جو لفظوں سے تصویریں بناتا اور پیکر تراشتا ہے۔ اس پیکر تراشی میں وہ ایسی جاذبیت اور کشش پیدا کرتا ہے کہ قاری محو ہو کر رہ جاتا ہے۔ اصل میں خیال کوئی نیا نہیں ہوتا۔ خیال کو پیش کرنے کا انداز یا لب و لہجہ ہی ہے، جس سے شاعر ہم نشینوں اور ہم عصروں میں سرفراز اور سربلند ہوتا ہے اور سامعین کے دلوں کو گرماتا اور قاری کے قلوب کو مسخر کرتا ہے۔

میاں مظہر قسیم دوستوں کے دوست اور یاروں کے یار قسم کے انسان ہیں، دوستوں پر جان چھڑکتے ہیں اور دامے درمے اُن کی مدد کرنے کو ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ دنیا میں ایسے بہت کم لوگ ہونگے جو دوسروں کی خاطر اپنا نقصان تک کر لینے کو تیار ہوں۔ دراصل یہ ان کی طبیعت کا خاصہ ہے۔ پھر گھریلو تربیت کا بھی اثر ہے کہ جس سے ایک بار مل لیے پھر اُس سے اُسی خلوص سے ملنا ان کا وطیرہ ہے۔ ان کی اس عادت اور خصلت کا اظہار ان کی شاعری میں بھی پایا جاتا ہے۔ مزاج کی سنجیدگی، متانت اور بردباری ان کی رگ و پے میں رچی بسی ہوئی ہے۔ خلوص ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اس عہد میں ایسے لوگ کم، بلکہ عنقا ہوتے جا رہے ہیں۔ بغیر کسی منفعت اور فائدہ کی امید کے وہ اپنے ہر ملنے والے سے بڑی محبت سے ملتے ہیں اور انکی عزت و تکریم کا خیال رکھتے ہیں۔ انہیں مشاعرہ پڑھنے کا شوق ہے نہ شعر سنانے کا (ہوگا)۔ مشاعروں میں اب برائے نام جاتے ہیں مگر نجی

محفلوں میں احباب کے اصرار پر شعر پڑھ کر دوستی کا حق ادا کرتے ہیں۔ یہی دیکھئے کہ برس ہا برس سے شعر کہتے ہیں مگر انھیں شائع کروانے کا کبھی ارادہ نہیں کیا۔ دوستوں کے بے حد اصرار پر اب تیار ہوئے ہیں تو علم ہوا ہے کہ علامہ اقبالؒ کے عاشق اور ان کے اشعار سے استفادہ کرنے کا شوق درجۂ عروج پر ہے۔ علامہ اقبالؒ کے افکار و اشعار کے مداح ہی نہیں بلکہ اُن کے لاتعداد اشعار حافظہ میں محفوظ کئے ہوئے ہیں۔ علامہؒ کی غزلوں کی بحر میں اشعار کہے ہیں اور کہتے رہتے ہیں۔ یہاں اس قلیل وقت میں میاں مظہر قسیم کے اِن اشعار کو جو علامہ کے رنگ میں ہیں، نقل کرنے کا موقع و محل نہیں، البتہ کتاب میں ایسے بہت اشعار ہیں جن پر علامہ اقبالؒ کے افکار کی چھاپ معلوم ہوتی ہے۔

؎ مردِ مومن جو تھا خود قراں ،وہ قاری ہو گیا
حضرتِ انسان کی ذلت پہ گردوں رو دیا

وطن کی محبت ان کے جسم میں خون کی مانند دوڑتی پھرتی ہے۔ یہ سرزمینِ پاکستان کو جنتِ ارضی تصوّر کرتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ مجموعہ کلام میں پاکستان کے حوالے سے قائداعظم پر نظم اور موجودہ معرکۂ حق و باطل پر کارگل کے حوالے سے بڑی پر جوش نظم قلمبند کی ہے، جس کا یہ بند ان کی شاعری کا منہ بولتا شاہکار ہے۔

شناور ہیں یہ بحرِ ظلمات کے
مسافر ہیں یہ راہِ آفات کے
یہ قائل ہیں ہر دم مہمات کے
امیں ہیں یہ اپنی روایات کے
کہاں راس ان کو تن آسانیاں
کہ پھرتے ہیں یہ تو چٹاں در چٹاں

اپنے وطن کی سیاسی فضا اور نام نہاد سیاست دانوں کو کرگسوں سے منسوب کرنا انھیں کا حصہ ہے۔

جس پہ شاہیں کا تھا کبھی مسکن
آج کیوں کرگسوں کا ڈیرا ہے؟

سیاسی خیالات کے علاوہ مسکن اور ڈیرا کے الفاظ کس خوبصورتی سے شعر میں پیوست ہو کر شعر کی بلاغت میں چار چاند لگا رہے ہیں۔ اس کا لطف اہلِ زبان محسوس کریں گے۔ کچھ اور شعر اسی قبیلے کے ملاحظہ فرمائیے:

؎ یہ وہ شہرِ وفا تھا جس میں الفت تھی اخوت تھی
کدورت نے اسے لمحوں میں کر ڈالا تہہ و بالا

؎ صحرا سے بچ کے آئے تھے دلدل میں پھنس گئے
یہ اندھے اعتماد کا سب کو صلہ ملا

؎ بہت ذہین تھا چالاک تھا مگر پھر بھی
فقیہہِ شہر کی باتوں میں آ گیا وہ شخص

میاں مظہر قسیم بڑے حوصلے اور عزم و ہمت کے انسان ہیں۔ اپنی گونا گوں مشغولیات، دفتر کی مصروفیات اور موجودہ خرابیٔ صحت کے باوجود شعر و غزل سے رشتہ استوار کیے ہوئے ہیں۔ حمد، نعت، غزل، نظم، قطعہ، ہائیکو، قومی و ملی نظمیں سبھی اصنافِ سخن میں طبع آزمائی کرتے اور اپنے ادبی وجود کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔ میاں صاحب کثیر المطالعہ انسان ہیں۔ علمی قابلیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ الفاظ کی ہیئت اور اُن کے استعمال سے بخوبی واقف ہیں۔ الفاظ کو مناسب موقع پر استعمال کرنا اور اُن کے معنی و مطلب سے فائدہ اٹھانا ان کا خاصہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیے ایک لفظ ''مُدبِر'' اور ''مُدبَر'' کا استعمال، جس میں اعراب کی تبدیلی کیا رنگ پیدا کر دیتی ہے اور اللہ اور بندہ کی صفات اور فرق کا صرف ایک

لفظ کے استعمال سے کتنا واضح اظہار انھوں نے اپنے اس شعر میں کیا ہے۔

تجھ بنا کس کی عظمت کا مظہر ہوں مَیں
تو مدبر تو تیرا مدبَر ہوں مَیں

میاں مظہر فتیم بڑے زود گو شاعر ہیں۔ کبھی شعر کہنے سے ہمت نہیں ہاری اور یہ ہو بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ آپ کا خاندان علم و ادب کا خاندان ہے اور جالندھر کے مردم خیز علاقہ سے تعلق ہے۔

عجز و انکساری سے مزیّن یہ شخص محفلوں میں اپنے آپ کو نمایاں کرنے کا ہنر جانتا ہے۔ اس کے اشعار و افکار اور خیالات و نغمات اس کی شناخت کے ضامن ہیں۔ ''آسودگی، اداس لمحوں کی'' ان کی پہلی ادبی اور شعری کاوش ہے جس میں غزلیں، نظمیں، قطعات، حمد و نعت کے نمونے ہیں۔ کاش میاں صاحب کچھ اور غزلیں اور نظمیں اس میں شامل کر کے اسے مزید پُرکشش بناتے۔

میاں مظہر فتیم جز میں کل دیکھتے اور اپنے قاری کو خیالات اور افکار سے مالا مال کر جاتے ہیں۔ ایمائیت اور اشارت میں وہ بہت کچھ کہہ جانے کے ہنر سے بخوبی واقف ہیں۔

دلکش تھی، دل فریب تھی، لیکن یہ سوچئے
کتنے نجومِ شب کا لہو اس سحر میں تھا
خشک پتہ تھا جسے گر ہی تو جانا تھا کبھی
کیوں ہوا پیڑ سے اس کام کی اجرت مانگے

میاں مظہر فتیم راست گو، صحیح الفکر اور حق کہنے والے شاعر سے تعبیر کیے جاتے ہیں۔ وطن کی محبت ہو، صحیح راستے کی تلاش ہو، حالات کو آئینہ دکھانا ہو، ان سب کے لئے مظہر فتیم کا قلم کبھی رکتا نہیں۔ جسے حق تصور کرتے ہیں بلا کم و کاست صفحۂ قرطاس پر رقم کر کے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتے ہیں۔ انھیں اس بات کا احساس

ہے کہ ان کے اندر ایک نفیس شاعر چھپا ہوا ہے۔

؎ اداس لمحوں کو آسودگی عطا ہو گی

رگِ شعور میں ایسی شراب ہے لوگو

وہ زورِ بیاں اور جوشِ عقیدت میں بھی معبود اور عبد کے رشتے کا پاس رکھتے ہیں، اور عبد کو معبود بنانے کے جرم کا ارتکاب کر کے دائرۂ شرک میں داخل نہیں ہوتے۔

؎ مدحت سرا کو لازماً اتنا لحاظ ہو

کیا مرتبت نبیؐ کی ہے کیا شانِ کردگار

میاں صاحب کی ایک غزل تو ایسی ہے کہ جب بھی مشاعرے میں شریک ہوتے ہیں تو سامعین اس غزل کی ضرور فرمائش کرتے ہیں۔ اس کے چند اشعار یہاں پیش کر رہا ہوں، جو آپ سے داد لئے بغیر آپ کی سماعت سے محو نہیں ہونگے۔

؎ سوچ کے لکا سمیٹوں گا جہاں والوں کے درد

ہر طرف بکھرا ہوا اپنا ہی شیرازہ لگا

؎ سوچ کے دھاگے میں پتھر آ گہی کا باندھ کر

کتنا گہرا دل کا دریا ہے، یہ اندازہ لگا

؎ شب کی تاریکی نے رکھی یوں مری چاہت کی لاج

جس جگہ بھی ہاتھ رکھا، اس کا دروازہ لگا

ہر چند کہ میاں صاحب کا موضوع رومانس نہیں ہے، مگر غزل اور رومانس کا جو چولی دامن کا ساتھ ہے، اپنی متانت اور بردباری کا لبادہ اوڑھے ہوئے کس انداز سے قلبی واردات کو منصۂ شہود پر لاتے ہیں۔

؎ میں گُلِ تر سمجھ کے چوموں گا

تو اگر زخمِ بے وفائی دے

ء نارسائی کا مری پوچھتے کیا ہو مظہر
رہ گیا پاؤں مرا اپنے ہی در پر رکھا

ء جگا کے جوت محبت کی کیوں میرے دل میں
بہت ہی دور کدھر کو چلا گیا وہ شخص

ء وہ منظر دیکھنا تھا اور اب یہ اپنی حالت ہے
کہ دل اپنا اسی مہوش کی خاطر ہار بیٹھے ہیں

میاں مظہر قسیم نے ہائیکو بھی کہے ہیں مگر اُن میں بھی جدت طرازی سے کام لیا ہے، اور ۵۔۷۔۵ کی قید سے آزاد ہو کر تین مصرعوں میں بڑی نفیس باتیں اور اعلیٰ خیالات کا اظہار کیا ہے۔

اب اپنی علالت کی بناء پر مشاعروں سے قدرے گریز کرتے ہیں، ورنہ پاکستان اوورسیز پاکستانی رائٹرز فورم کی شعری نشستیں آپ کی آمد کی منتظر رہا کرتی تھیں۔ اب شعر و ادب کی وہ محفلیں بھی اجڑ کر رہ گئی ہیں۔ ادھر شعراء کی تعداد بھی قدرے مختصر ہو گئی ہے۔ چل چلاؤ کی فضا نے ادبی انجمنوں پر خزاں جیسی کیفیت مسلط کر رکھی ہے۔ کیا عجب کہ کوئی مردے از غیب نمودار ہو اور میاں مظہر قسیم جیسے سنجیدہ شاعروں کی محفل پھر گرم ہو۔ دنیا آس پر قائم ہے۔

واصل عثمانی

۳۱ر اکتوبر ۱۹۹۹

''آسودگی، اُداس لمحوں کی'': ایک تأثر

معاشرتی اقدار کی ٹوٹ پھوٹ، بے راہروی، بے مقصدیت، منافقت، تضادات، بے یقینی و بے حسی، ریاکاری و مکاری، حرص و ہوس، قلب و نگاہ کی بے اطمینانی، حسد و تعصب، بے بصیرتی و کورذوقی، حُسن، خیر اور عصری شعور کا فقدان جناب مظہر قسیم مظہرؔ کے فکری موضوعات ہیں۔ اگرچہ یہ کوئی نئے موضوعات نہیں اور کم و بیش ہر عہد میں سچی شاعری کا موضوع رہے ہیں، تاہم ان کی ٹریٹمنٹ (treatment) کا ڈھنگ ہمیشہ ہر شاعر کا اپنا رہا ہے۔ موضوعات کو برتنے کا یہی سلیقہ شعر کو تازگی عطا کرتا ہے، نیا بناتا ہے اور انفرادیت بخشتا ہے۔

سیفؔ اندازِ بیاں بات بدل دیتا ہے
ورنہ دنیا میں کوئی بات نئی بات نہیں

جب معاشرہ اخلاقی دیوالیہ پن، افراتفری اور طبقاتی کشمکش کا شکار ہو جائے تو ایک حساس اور دردِ دل رکھنے والے انسان پر کیا گزرتی ہے یہ کوئی صاحبِ دل ہی جان سکتا ہے۔ جناب مظہرؔ کا اولین شعری مجموعہ اسی عہدِ زوال کا نوحہ ہے۔ وہ اس صورتحال پر خود بھی روئے ہیں اور انہوں نے دوسروں کو بھی رلایا ہے۔ لیکن اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ شاعر نے امید کا دامن چھوڑ دیا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ مایوسی کفر ہے۔ اس لیے وہ نا امید نہیں اور امتِ مسلمہ کے روشن مستقبل کے لیے نوجوانوں سے اسے بہت سی امیدیں ہیں۔

نہیں ہے نا امید اقبالؔ اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

صورتِ حال حوصلہ شکن تو ہے، مگر نا قابلِ اصلاح ہرگز نہیں۔

مقصدیت جناب مظہرؔ کی شاعری کا نمایاں وصف ہے۔ اس اعتبار سے وہ مولانا حالی اور علامہ اقبال کی روایت کے شاعر نظر آتے ہیں۔ قومی، ملی، دینی موضوعات و نظریات سے

ان کی غزل خالی ہے نہ نظم۔ انھوں نے قریب قریب ہر صنفِ شاعری میں طبع آزمائی کی ہے مگر کہیں بھی مقصد سے غافل نہیں ہوئے۔ فرماتے ہیں:

مَیں لکھتا ہوں کہ جب حالات کی کرنی ہو عکاسی
وگرنہ کیا تضیعِ وقت سے مجھ کو ہو دلچسپی

جناب مظہرؔ کی شاعری کلاسکیت سے جدیدیت کی سمت کا سفر ہے۔ مقامِ شکر ہے کہ انھوں نے خود کو کلاسکی شاعری تک محدود کر کے عہدِ حاضر کے شعری رجحانات سے لاتعلقی ظاہر کی ہے اور نہ محض جدیدیت کا شکار ہو کر اپنی شاعری کو گورکھ دھندا بنا لیا ہے۔ ان کی شاعری نے دونوں رنگوں کے امتزاج سے جِلا پائی ہے۔ وہ اپنے رنگ کے آپ خالق ہیں۔

شعر کہنے کا ملکہ عطائے خداوندی ہے۔ یہ دراصل انسان کے پاس اللہ کی امانت ہے اگر اسکا درست سمت میں استعمال نہ کیا جائے تو انسان کفرانِ نعمت کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ ''آسودگی اداس لمحوں کی'' کا منصۂ شہود پر آنا اس بات کی دلیل ہے کہ جناب مظہرؔ نے اس نعمت کا حق ادا کر دیا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس مجموعے کو قبولِ عام حاصل ہو۔ فرماتے ہیں:

یہ ہوا محسوس جیسے شامِ غم چھٹنے کو ہے
ظلمتِ شب سے کرن امید کی پھٹنے کو ہے

یوں تو جناب مظہرؔ کا سارا کلام ہی لائقِ انتخاب ہے، تاہم اپنی پسند کے چند اشعار تبرکاً درج کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

دردِ دل کو زبان دو مظہرؔ
ورنہ کیا شاعری میں رکھا ہے

نگہِ خدا میں شعر کی وقعت کا کیا کہوں
راہِ عمل میں آدمی، گر ہو نہ برد بار

شب کی تاریکی نے رکھی یوں مری چاہت کی لاج
جس جگہ بھی ہاتھ رکھا، اس کا دروازہ لگا

کیوں چاہتے ہو نقشِ کفِ پا جدید ہو
طرزِ کہن کو دیکھیے، شاید مفید ہو

ارتباطِ قوم ہی وہ قوتِ فولاد ہے
سارا عالم جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ

اُداس لمحوں کو آسودگی عطا ہو گی
رگِ شعور میں ایسی شراب ہے لوگو

افضل آرش

۳۱/ اکتوبر ۱۹۹۹ء

نغمۂ حمد

پَر نہ دے تو اگر کیسی پرواز ہے
گر نہ آواز دے کیا مرا ساز ہے
کیا حقیقت مری کیسا اِغماز ہے
اے خدا تیری حکمت کا یہ راز ہے
پھول خاروں کے مابین پلتے رہیں
آگ ٹھنڈی مگر جسم جلتے رہیں
ہے ممولہ کوئی، کوئی شہباز ہے
اے خدا تیری حکمت کا یہ راز ہے
کوئی پانی کے اندر نہ زندہ رہے
کوئی دریا کی گہرائیوں میں پلے
کس کی صنعت گری کا یہ اعجاز ہے؟
اے خدا تیری حکمت کا یہ راز ہے
راحتیں ہیں کہیں اور کہیں ظلمتیں
دوریاں ہیں کہیں اور کہیں قربتیں
بے نیازی کہیں اور کہیں آز ہے
اے خدا تیری حکمت کا یہ راز ہے
آئینہ میرے دل کا مکدر ہوا
میں نبیؐ کی نہ سنت کا خوگر ہوا
اس میں شیطان کی کیا تگ و تاز ہے؟
اے خدا تیری حکمت کا یہ راز ہے
کس نے ابلیس کو یہ دیا حوصلہ

تیرے انکار کی مل گئی اُس کو راہ
ساز تیرا ہے پھر کس کی آواز ہے؟
اے خدا تیری حکمت کا یہ راز ہے

تیرا منصوبہ جس جا مکمل ہوا
پھر مسلمان کیوں ایسا اسفل ہوا
پشت پر کیا کوئی فتنہ پرداز ہے؟
اے خدا تیری حکمت کا یہ راز ہے

تجھ بنا کس کی عظمت کا مظہر ہوں مَیں
تو مدبر تو تیرا مدبَّر ہوں مَیں
میں ترا عبد ہوں کیسا اعزاز ہے!
اے خدا تیری حکمت کا یہ راز ہے

اے خدا مجھ کو سجدے میں راحت ملے
حشر میں بھی نبیؐ کی شفاعت ملے
خلد کیا تیری رحمت کی غماز ہے؟
اے خدا تیری حکمت کا یہ راز ہے

نعتِ رسولِ مقبول

اک شمہ بھر نہ تیری کہی پر ہو اعتبار
رہنے نہ پائے اُس کا پھر ایمان برقرار

کیا خوب ہے کہ ہر کس و ناکس ہے نعت گو
کتنا کٹھن ہے مرحلہ، ہوں اِس سے آشکار

مدحت سرا کو لازماً اتنا لحاظ ہو
کیا مرتبت نبیؐ کی ہے، کیا شانِ کردگار

کتنی کٹھن تھیں ساعتیں، بدر و حنین کی
جو جان لے وہ پائی نہ کوئی رہِ فرار

ہر قول و فعل تیرا، مرا حرفِ جاں بنے
دنیا و آخرت کو اِسی طور لوں سنوار

اُسوہ سے تیرےؐ مجھ کو ملا ہے یہی سبق
دل میں خدا کا خوف ہو، آنکھیں ہوں اشکبار

نگہِ خدا میں شعر کی وقعت کا کیا کہوں
راہِ عمل میں آدمی، گر ہو نہ بُردبار

ہجرت کی وہ گھڑی ہو یا خندق کا واقعہ
کٹھنائیاں اِس راہ میں مظہرؔ ہیں بے شمار

نعت حبیبؐ کبریا

زمیں پہ جس کو شریعت کا سائبان ملے
فلک پہ اس کو ملائک سی آن بان ملے

ندا یہ کوہِ صفا سے سنائی دیتی ہے
بجز خدا کی معیت، کہاں امان ملے

مِرے نبیؐ کے مصاحب کو نکتہ داں نہ کہے
خدا کرے نہ مجھے ایسا بدگمان ملے

خدا کی بندگی اور طاعتِ نبیؐ کے سوا
نشانِ راہ سے وابستہ کاروان ملے
مَیں بدنصیب کہ مجھ کو مِلا نہ تیرا دَور
مری یہ چاہ کہ اَب کوئی خواجگان ملے

مَیں اپنے دَور کے ہر فلسفی کو ٹھکرا دوں
ترے زمانے کا مجھ کو جو ساربان ملے

چلے بفضلِ خدا ناؤ بے خطر مظہرؔ
اگر رسولؐ کی سنت کا بادبان ملے

مناجات

یا خدا مجھ کو مِری سوچ کا حاصل دے دے
موجِ احساس کو تسکین کا ساحل دے دے

راحتِ دل کا ہو سامان، یقیں کا ماحول
میری لیلائے تمنا کو وہ محمل دے دے

جس کی آنکھوں کا تبسّم مجھے مسرور کرے
کرب کی دنیا کو وہ زہرہ شمائل دے دے

میرے ہر دَرد کی تشخیص کرے اور علاج
جس کے ہاتھوں میں شفا ہو مجھے عامل دے دے
لذتِ درد میں کچھ اور اضافہ کر دے
مجھ سا اِک اور مری سوچ کو گھائل دے دے

کثرتِ کارِ جہاں تجھ سے نہ غافل کر دے
مجھ کو فرصت کے لئے قید و سلاسل دے دے

ذوق کو شوق کی مہمیز لگے بالآخر
مجھ کو سبقت کے لئے مدِ مقابل دے دے

جس کو دینے سے ملے مجھ کو پلٹ کر بہتر
ہو جو مظہرؔ سا حیادار وہ سائل دے دے

ذرّے ذرّے میں تُو دکھائی دے
مجھ کو گر ذوقِ آشنائی دے

نعمتِ بندگی بجا لیکن
دے سکے تو مجھے خدائی دے

اپنی آنکھوں سے دیکھتا کب ہوں
کیوں کہے کوئی رونمائی دے

ہاتھ پر میرے آن بیٹھے گا
تو اگر چاند کو رہائی دے
دل میرا تُو اگر غنی کر دے
کیوں کہوں کاسۂ گدائی دے

ہر ورق پھول کا مجھے چاہے
مجھ کو شبنم سی پارسائی دے

تیری تشہیر عام کر دوں گا
بحرِ الفت کی روشنائی دے

ذکرِ محبوب اور مَیں تنہا
مت قفس سے مجھے رہائی دے

مَیں گلِ تر سمجھ کے چوموں گا
تو اگر زخمِ بے وفائی دے

لذتِ درد کا بھرم مظہرؔ
مت بھرے شہر میں دہائی دے

اس جہاں کی کج روی کا تب ہی اندازہ لگا
جب مری خوش فہمیوں پہ ایک آوازہ لگا

سوچ کے نکلا سمیٹوں گا جہاں والوں کے درد
ہر طرف بکھرا ہوا اپنا ہی شیرازہ لگا

راہِ الفت میں ذرا سا ہمسفر کو آزما
''ایک پتھر پھینک کر پانی کا اندازہ لگا''

کس کے دروازے پہ دستک دوں، کسے چوکس کروں
ہر کسی چوکھٹ پہ بیٹھا مجھ کو فتنہ زا لگا
برگِ گل کی چاک دامانی کا کس کو ہوش ہے
صبحِ نو اس بار آئی خون کا غازہ لگا

میرا رونا میرے اپنے جرم کا مآل ہے
مسلے جانا پھول کے کھلنے کا خمیازہ لگا

سوچ کے دھاگے میں پتھر آگہی کا باندھ کر
کتنا گہرا دل کا دریا ہے یہ اندازہ لگا

شب کی تاریکی نے رکھی یوں مری چاہت کی لاج
جس جگہ بھی ہاتھ رکھا اُس کا دروازہ لگا

دیکھا مظہرؔ جب بھی نیزے پر کسی حق گو کا سر
بس وہی اک پھول مجھ کو شاخ پر تازہ لگا

آرزو جادۂ تسکین کی قربت مانگے
تپتے صحرا کا بدن ابر کی شفقت مانگے

خشک پتہ تھا، جسے گِر ہی تو جانا تھا کبھی
کیوں ہَوا پیڑ سے اس کام کی اجرت مانگے

آب خورہ ہو، جوئے آب ہو، یا چشمہ ہو
اب تو کم ظرف بھی دریا کی سی وسعت مانگے

مندمل جلد ہو، ہر زخمِ جگر کی خواہش
ہے عجب بات کوئی موت کی عجلت مانگے

ہو جو بارانِ مصیبت تو بہت روتا ہے
یہ مرے دل کا مکاں اپنی مرمّت مانگے

سر اٹھاتا ہے ہر اک راہ کا ذرّہ ذرّہ
قطرۂ ابر کا کیا شوق ہے، تربت مانگے

اب کہاں گرمیٔ جذبات، کہاں شوقِ وصال
عشق ہے خام تو پھر حُسن سے رغبت مانگے

ایک خوبی تھی جو ہر راہنما میں دیکھی
بن کے خادم بھی، بڑی شان سے خدمت مانگے

چھوڑ دے بوئے وفا، کنجِ چمن کو مظہرؔ
ہر کوئی شہر سے پروانۂ ہجرت مانگے

شہپر کی اُڑان کیا کہنا
وسعتِ آسمان کیا کہنا

کھل اٹھے چہرے، بوئے لب پھیلی
محفلِ زعفران کیا کہنا

تھی خوب بدگمانی کی
وہ ہوئے خوش گمان کیا کہنا

منہ چھپاؤں تو پاؤں کھلتے ہیں
تنگیٔ سائبان کیا کہنا

محنتوں کا ثمر ہے یہ انبار
اس پہ بھاری لگان کیا کہنا

ایک وعدے کی پھر صدا گونجی
بے کسوں کا جہان کیا کہنا

چاہتوں کے سبھی درندے ہیں
راحتوں کی مچان کیا کہنا

جب بھی ٹوٹی تو آزمائش پر
رہنماؤں کی تان کیا کہنا

راہگیروں کے رہنما پتھر
رہبری کے نشان کیا کہنا

ہم نشینی کا لو مزا مظہرؔ
ہمرہی کی اٹھان کیا کہنا

☆

فضائے امن جہاں بے حساب ہے لوگو
قرابتوں سے وہیں اجتناب ہے لوگو

گلی گلی میں بہت شور و غل ہے رہزن کا
مکینِ شہر مگر مستِ خواب ہے لوگو

اگل رہی ہے مری سرزمیں دھواں پیہم
یہ کس کے حسنِ مروّت کی تاب ہے لوگو

اُٹھی ہے لہر تو طوفان بن کے دم لے گی
صدائے ''لا'' میں بڑا اضطراب ہے لوگو

اداس لمحوں کو آسودگی عطا ہو گی
رگِ شعور میں ایسی شراب ہے لوگو

مرے خیال کا پیکر نہ گھُٹ کے رہ جائے
یہ احتساب، مجسّم عذاب ہے لوگو

قدم قدم پہ لگے احتیاط کے پہرے
نفس نفس پہ نزولِ عتاب ہے لوگو

مقامِ یاس پہ شکوے سبھی ہیں لاحاصل
بتاؤ تم میں اگر بوتراب ہے لوگو

فقیہِ شہر جسے بے گنہ کہے مظہرؔ
امیرِ شہر کے زیرِ عتاب ہے لوگو

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

غمزۂ شوق کو یوں زورِ اثر پر رکھا
دل کا ہر کام اٹھا، دیدۂ تر پر رکھا

میری نظروں نے سدا دی ہے تجھے ہمسفری
اور ہر جذبہ تری راہگزر پر رکھا

دیکھ کر جشنِ چراغاں کا سماں ہر جانب
اک دِیا مَیں نے بھی مینار کے سر پر رکھا

اس نے بدنام ہی کرنے کی تو پہلے ٹھانی
مجھ پہ الزام کو پھر جھوٹی خبر پر رکھا

سونے چاندی کے کٹورے تو سبھی کھو بیٹھا
رہ گیا ساغرِ افلاس یونہی گھر پر رکھا

آس کا بیج سدا بویا شکستہ دل میں
مَیں نے ہر بار مکاں پچھلے کھنڈر پر رکھا

اپنی کوتاہ نگاہی کی کبھی فکر نہ کی
اور الزام ہمیشہ ہی بھنور پر رکھا

باغ میں برق و شرر آئے، یہی ہونا تھا
مَیں نے تخمینہ مگر برگ و ثمر پر رکھا

نارسائی کا مری پوچھتے کیا ہو مظہرؔ
رہ گیا پاؤں مرا اپنے ہی در پر رکھا

آج کے کام پہ وہ کل نہیں ہونے دیتا
سلسلہ غم کا معطل نہیں ہونے دیتا

زندگی برسوں لئے پھرتی ہے کاشانے پر
موت کا کاندھا بھی پیدل نہیں ہونے دیتا

مَیں رہوں آتشِ احساس میں اُسکی خواہش
اس لئے مجھ کو وہ پاگل نہیں ہونے دیتا

بول اٹھتا ہے مرے گھر کا سدا سناٹا
کربِ تنہائی مسلسل نہیں ہونے دیتا
ایک ہی جھٹکے میں کھا لیتا ہے انساں کتنے
وقت سے پہلے وہ ہلچل نہیں ہونے دیتا

بیٹھ دیوار پہ وہ، کرتا ہے کائیں کائیں
خود کو یوں نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتا

ملتفت نظریں بچھا رکھتا ہے پیہم مظہرؔ
اپنے دل کو بھی مقفّل نہیں ہونے دیتا

ہر اک منزل کے رستے میں کئی آزار بیٹھے ہیں
کہیں صحرا، کہیں دریا، کہیں کہسار بیٹھے ہیں

انہیں رکھو نظر میں جو نئے میخوار بیٹھے ہیں
ہو ان پر یہ عیاں کہ سب یہاں دلدار بیٹھے ہیں

یہ طولانی شبِ غم کی بھلا یوں مختصر ہو گی!
سبھی ہاتھوں میں لیکر اب دلِ بیمار بیٹھے ہیں

اگاتے جا رہے تھے جو پسِ دیوار اک دیوار
وہ دیواروں بھرے گھر میں پسِ دیوار بیٹھے ہیں
سمندر میں اتر کر ناپنی تھی جن کو گہرائی
وہ ساحل پر پئے نظارۂ منجدھار بیٹھے ہیں

وہ منظر دیکھنا تھا اور اب یہ اپنی حالت ہے
کہ دل اپنا اسی مہوش کی خاطر ہار بیٹھے ہیں

اسی اک شوخ کے ناطے، تھی محفل اپنے جوبن پر
وہ محفل میں نہیں لیکن سبھی سرشار بیٹھے ہیں

یہ ساقی کی عدم دلچسپیوں کا آج مظہر ہے
کہ میخانے میں اب میکش فقط دوچار بیٹھے ہیں

زندگی مرگِ مفاجات نظر آتی ہے
آخری مجھ کو یہی بات نظر آتی ہے

جسم پابندِ سلاسل ہے، زباں پر تالے
زندگی قید کے لمحات نظر آتی ہے

تیشہ و سنگ کہیں بھوک کہیں گریہ و آہ
زندگی سیلِ خرافات نظر آتی ہے

چڑھ گئے میرے شب و روز رسومات کی بھینٹ
زندگی دارِ روایات نظر آتی ہے

آج ہے گریہ کناں کوہ، نہ خوں دریا ہیں
پُرسکوں صورتِ حالات نظر آتی ہے

لیلائے حُسن جو تھی چاک گریباں پہلے
آج پابندِ حجابات نظر آتی ہے

بن کے بیمار مسیحائی تجھی سے چاہوں
کیسی ترکیبِ ملاقات نظر آتی ہے

سوئے میخانہ چلے توڑ کے قسمیں ساری
کیسی رنگینیٔ جذبات نظر آتی ہے

تیرِ مژگاں کا رگِ جاں میں ہے اُترا مظہرؔ
خشمگیں چشمِ عنایات نظر آتی ہے

نہ کوئی اَب ہے گلہ، شکوہ، گریہ اور فغاں
مِلا ہے آج مجھے اپنے درد کا درماں

ازل سے آدمی قہر و غضب کی زد میں ہے
نہ راس آئیں گے مجھ کو کبھی زمان و مکاں

حَسد کی آگ تھی خنداں جسے بھسم کرکے
بنایا اُس کو مقدر نے پھر مہِ کنعاں

نکل رہی ہے مرے دل سے آہ کچھ ایسے
خموش رات میں جیسے کہ چمنیوں سے دھواں
بہت سے سجدے ترے آستاں پہ مَیں نے کیے
مِری جبیں پہ ہے ممکن ابھی تلک ہو نشاں

بھجن کا شور تو مندر میں کب سے جاری ہے
سنائی دے نہیں پاتی مگر سحر کی اذاں

نہیں خیال یہ مظہرؔ کو زندگی کیا ہے
طہور و حور کی بس آرزو میں سرگرداں

کیوں چاہتے ہو نقشِ کفِ پا جدید ہو
طرزِ کہن کو دیکھئے، شاید مفید ہو

ہے دل کا کام، جس طرح چاہے انڈیل دے
کیوں دردِ دل بھی آنکھ کے رستے کشید ہو

جب بارشیں رکیں تو بہائے ہیں مَیں نے اشک
شاید زمیں کے واسطے کارِ سعید ہو

کرب و بلا سے سابقہ پڑنے پہ غور کر
ممکن ہے اس کی پشت پہ کوئی یزید ہو
بس دو ہی تیرے واسطے رستے ہیں معتبر
یا غازی بن کے لوٹ آ، یا پھر شہید ہو

آئینہ اوجِ بام سے پیغام دے چکا
اب راہ و رسم کے لئے پائے برید ہو

مظہرؔ غزل سنایئے ہو کر ذرا قریب
تاکہ وفورِ شوق کی بہتر رسید ہو

دل و نگاہ میں الفت بسا گیا وہ شخص
مِرے خلوص کو نیچا دکھا گیا وہ شخص

نکل کے آیا تھا جو اجنبی دریچوں سے
خلوص و پیار سے اپنا بنا گیا وہ شخص

جگا کے جوت محبت کی کیوں مرے دل میں
بہت ہی دور کِدھر کو چلا گیا وہ شخص

مِلا وہ شام و سحر جب تلک رہا نزدیک
گیا جو دور تو مجھکو بھلا گیا وہ شخص
سرک گیا جو رخِ ماہ سے گھنا بادل
حسین خواب کی تعبیر پا گیا وہ شخص

گلوں کی گود میں کیا ڈھونڈتے ہو اب خوشبو
حریمِ گل کا تقدس چُرا گیا وہ شخص

وہ فلسفی تھا، شاعر تھا، رہنما بھی تھا
خودی کو شانِ مسلماں بتا گیا وہ شخص

بہت ذہین تھا، چالاک تھا، مگر مظہرؔ
فقیہِ شہر کی باتوں میں آ گیا وہ شخص

یوں پیار بھری بات سراسر نہیں کرتے
عشّاق کبھی درد اُجاگر نہیں کرتے

دیتی ہے ہَوا یوں تو سدا بوسے گلوں کو
جھونکے تو چمن زار معطّر نہیں کرتے

دزدیدہ نظر اور یہ کشکولِ گدائی
ایسے تو کبھی کام گداگر نہیں کرتے

اک زخم کے بدلے میں دِیا دردِ جگر کیوں؟
احسان کو اس طور برابر نہیں کرتے
پانی کو لئے پھرتی ہیں شانوں پہ گھٹائیں
سیراب کسی طور سمندر نہیں کرتے

آنکھوں میں جو ڈوبے ہو، تو پھر ڈوب گئے ہو
مانو! کہ کبھی ایسا شناور نہیں کرتے

اِبہام سا رکھتے ہو ہر اِک بات میں مظہرؔ
ڈر کر تو کبھی بات قلندر نہیں کرتے

یہ اُس کا خم تھا کہ اُس نے آنکھوں کو تر کِیا تھا
یہ میرا دم تھا کہ میں نے چوٹی کو سر کِیا تھا

اُسی کی خاطر سفر کیا تھا نہ پوچھ کتنا
نظر کے رتھ پر سوار رہ کر مگر کِیا تھا

مقیم رہ کر بھی وہ شریکِ سفر تھا جیسے
خلوصِ نیت سے جس نے عزمِ سفر کِیا تھا

نکل پڑے تھے وہ لوگ جس کے لیے گھروں سے
وہ کام میں نے تو پہلے اپنے ہی گھر کِیا تھا
وہ جس پہ مجھ کو ملے تھے تمغے مرے بڑوں سے
اُسی کو میں نے بھی اپنے چھوٹوں کے سر کِیا تھا

کسی کے کہنے پہ رات ساری گزار باہر
وہ خوف کیا تھا کہ دن بھی باہر بسر کِیا تھا

جو کام کرنے کے لوگ عادی تھے اِک طرح سے
اُسی کو میں نے بمثلِ کارِ دِگر کِیا تھا

کہا تھا میں نے یہ آئینے سے نہ جھوٹ بولے
مذاق اتنا کِیا تھا اور بے خطر کِیا تھا

شبِ قمر میں سنبھل نہ پاتا جنونِ مظہرؔ
اِسی لئے تو خرام وقتِ سحر کِیا تھا

تیرگی شب کی ہے، اندھیرا ہے
آپ کہیے مگر سویرا ہے

وقت نے بدلی اِسطرح کروٹ
اُس کا دامن ہے ہاتھ میرا ہے

بھوک، افلاس، یاس، گریہ و آہ
میرے گھر کو سبھی نے گھیرا ہے

فصلِ گل پھر ہے اشتراکی سی
سرخ ہر شاخ پہ پھریرا ہے
جس پہ شاہیں کا تھا کبھی مسکن
آج کیوں کرگسوں کا ڈیرا ہے

مَیں نے دی چاشنی زباں کی بس
ورنہ اندازِ فکر تیرا ہے

بربطِ دل کے تار کہتے ہیں
زندگی چار دن کا ڈیرا ہے

ہو خوشی گر تو بانٹ لیتے ہو
درد کیونکر تمام میرا ہے

مسکراہٹ جواب شکووں کا
یہ بھی انداز ایک تیرا ہے

دل بھی پہلو میں اب نہیں مظہؔر
یوں تو کہنے کو سب بہتیرا ہے

IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved
©2002-2006

☆

موجود تھا وہ بزم میں لیکن سفر میں تھا
آوارہ پن خیال کا کیسی نگر میں تھا

تھا جانے کیا ہدف بھلا برق و شرار کا
شاید کہ ایک آشیاں سوکھے شجر میں تھا

ماں نے سہارا دے کے اُسے جب کھڑا کیا
اِک عزم کا جہان پھر اُس کی نظر میں تھا

دلکش تھی، دلفریب تھی، لیکن یہ سوچئے
کتنے نجومِ شب کا لہو اِس سحر میں تھا
نکتہ وروں نے وصف جو اُس کا بیاں کیا
مجھ کو کہاں خبر تھی یہ میرے ہنر میں تھا

نظریں تھیں رہگذر پہ، دِیا آس کا لئے
لیکن عجب سا خوف، چشمِ منتظر میں تھا

ہیں دنیا بھر کی لذتیں کلمۂ وصل میں
معنی کا اِک جہان قولِ مختصر میں تھا

وہ دلنشین صورتیں خوش کن عمارتیں
اُن کا نہ اک نشان اس زیر و زبر میں تھا

مظہرؔ غموں کی جھیل میں آسوں کا یہ کنول
اک گوشہ پُر سکون سا گھر کے کھنڈر میں تھا

سوچا ہے کیسے گھر میں تری بود و باش ہے
آندھی کی زد میں آ گیا تو پاش پاش ہے

کیوں چشمِ التفات ہے اب بھی مری طرف
خستہ مکان میں تجھے کس کی تلاش ہے

یہ زخمِ نو بھی خوب ہے رخسارِ سرخ پر
جیسے چمن کے سیب پر تازہ خراش ہے

رشوت کے زور پر ہی وہ عزت مآب تھے
اُن کے شکوہ و شان کا اب راز فاش ہے

شاید کسی کا شوق ہو لیکن ہُوں مَیں کہ جو
نانِ جویں کے واسطے پتھر تراش ہے

خوشیاں بچوں کی خوب کماتا تھا وہ کبھی
مزدور اب تو اپنے ہی شانوں پہ لاش ہے

میری شگفتگی پہ کبھی وہ تھا خندہ زن
لو آ گیا نہ اُس کا بھی اب قاش قاش ہے

پند نامہ دے کے مانگنا مظہرؔ ترا اصول
اپنے بدن کو بیچنا اُس کا قماش ہے

؎ صوبہ بلوچستان کا ایک شہر جو اعلیٰ قسم کے سیبوں کیلئے مشہور ہے۔

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

یہ کیسی دید اور یہ کیسا وصال ہے
اُس کی گلی میں جانا ہی اب تو محال ہے

مَیں اپنے دوستوں سے ہی اب کٹ کے رہ گیا
یہ میرا اپنے آپ ہی سے اعتزال ہے

سوکھے ہوئے وجود سے جھونکوں کی زد میں ہے
پتّے کی اپنی خودسری کا یہ مآل ہے

مزدور کو نہ ہونے دو احساسِ کمتری
ایسی مدد کرو کہ جو اپنی مثال ہے
یہ رنگا رنگ صورتیں، ملبوس دلکشا
ہے محفلِ جمال کہ بزمِ خیال ہے

ایسی خزاں کہ زد میں ہیں پودے سدا بہار
اِس بار برگ و بار پہ کیسا زوال ہے

مطلب نکل گیا تو اُنھیں پھر کہاں خیال
جیسے مرا وجود بھی منہ کا خلال ہے

بعد از فراق کس لئے، اب خواہشِ وصال
یہ اک نیا ابال ہے، یا انفعال ہے

وہ کہہ رہے ہیں یہ میرے منصب کی دین ہے
مظہرؔ اسی جواب میں مخفی سوال ہے

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

اپنی سوچوں کا انعام
مجھ کو دیتے ہو الزام

ساقی کی الفت کا سن کر
آ پہنچے سب تشنہ کام

اب تو سوچیں بول رہی ہیں
حرکت میں ہے استفہام

غیر کو کیونکر سونپ رہے ہو
اپنے گھر کا استحکام
قومیں مٹ کر رہ جاتی ہیں
کوتاہی کا یہ انجام

شعر کہا جاتا ہے تب ہی
شاعر کو جب ہو الہام

زلف اگر بکھرائی اُس نے
دن کو دیکھنا ہو گی شام

جو ہوں زد میں، وہ کہتے ہیں
اپنے کام سے رکھو کام

ہاتھ لگانے سے مرجھائیں
مظہرؔ خوب ہیں یہ اندام

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

کبھی تو ساون بھی ساتھ بیتے، مری تمنا ہے مری چاہت
گھٹا سے مانگوں مَیں کھلتا کاجل، پَون سے اسکی نئی شرارت

شفق کی رنگینیوں سے تن کے لباس کو مَیں سنوار تو لوں
یہ مری خواہش ہے مانگ بھر دے شگفتہ پھولوں کی سرخ رنگت

مَیں فصلِ گل کی ہر اک چٹک سے جوان کر لوں امنگ اپنی
دھنک سے انگڑائی چھین لوں مَیں، فلک سے مانگوں قمر کی رفعت

لوں بادلوں سے سبک خرامی، لوں چاند سے مَیں جمالِ رنگیں
ہو فرشِ رہ کہکشاں تو میری، نثار مجھ پہ ہو اُسکی سطوت
افق کے ساگر میں تیرتے بادلوں کی کشتی کی مثل مَیں بھی
تمھارے من کے اتھاہ سمندر میں ڈال دوں کشتیِ محبت

سکوتِ شب ہو، نجوم ٹھہریں، قمر ہو محوِ خرام ہر دم
نہ ہو رسائی کسی کی تجھ بن، مَیں رات سے مانگ لوں وہ خلوت

ہو مری سانسوں میں باس تیری، ہوں آنکھیں دل کی خوشی کی مظہر
مَیں بھول جاؤں گا اپنا تن من، جو مجھ کو مل جائے تیری قربت

☆

وقت سے پہلے کیوں چھوٹا ہے
میرا جام ہی کیوں ٹوٹا ہے

حرکت میں ہیں جھونکے کتنے
پتہ ایک نیا پھوٹا ہے

دل کی دنیا پاس نہیں ہے
آخر اُس نے کیا لوٹا ہے

اُس سے قیل و قال کرو گے
جو دنیا کا اک جھوٹا ہے
آنکھوں میں اک دنیا جاگی
لگنے والا اک سوٹا ہے

سر کے درد کا یہ عالم کیوں
اس ہاون میں کیا کوٹا ہے

پھول سے بڑھ کر کیا نوچو گے
مظہرؔ خوف میں ہر بوٹا ہے

☆

مَیں اکیلا ہوں اگرچہ ہے مگر سانسوں کی بھیڑ
کسقدر ڈوبی ہے خاموشی میں آوازوں کی بھیڑ

ابتدا میں ایک ہی در تھا نگہ کے سامنے
رفتہ رفتہ لگ گئی اطراف دروازوں کی بھیڑ

آزمائش کے سفر میں تھی کٹھن ہر ہر گھڑی
کر رہی ہے مجھ کو دیوانہ انہی یادوں کی بھیڑ

کچھ بجھائی دے نہیں پاتی تجھے پانے کی رہ
چار سو مجھ کو نظر آتی ہے دیواروں کی بھیڑ
صبحدم دیکھا تو مَیں تھا حسرتوں کے دام میں
رات بھر گو نیند میں تھی خوشنما خوابوں کی بھیڑ

شب کی تاریکی سے مجھ کو خوف ہو ایسا نہیں
جاں ستاں لیکن ہوا کرتی ہے سناٹوں کی بھیڑ

گل کدہ، بادِ صبا، بھیگا بدن، ساون کی دھول
ہر کسی کے روپ میں ہے پارسا باسوں کی بھیڑ

کیا کوئی ذی نفس ایسے جمگھٹے میں سانس لے
کو بکو، قریہ بہ قریہ، دیکھ چوباروں کی بھیڑ

اِسقدر بہتات تھی مَیں کیسے چنتا ایک پھول
کون سن پائے کسی کی ہو اگر باتوں کی بھیڑ

خالی دامن لوٹ کے آنا پڑا مظہرؔ کو آج
تھی اگرچہ شہر میں کتنے ہی زرداروں کی بھیڑ

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

مَیں ہوں کہ میکدے میں کوئی جام جسطرح
گردش میں ہوں کہ گردشِ ایّام جسطرح

دیوار و در کے دشت کی پُر ہول ہے فضا
''سنسان جنگلوں میں پڑے شام جسطرح''

کچھ اسطرح سے حسنِ تمنا اداس ہے
سُونے پڑے ہوئے ہوں در و بام جسطرح

طغیانیوں کی گود میں مَیں کھیلتا رہا
کانٹوں کی سیج پر کوئی گلفام جسطرح
افراطِ زر سے اسطرح ہوتی ہے زر کی موت
اجماعِ خوں سے دل کا ہو انجام جسطرح

گھبراہٹوں نے شیخ کا لہجہ بدل دیا
کرتے ہیں بات، دے کوئی دشنام جسطرح

مَیں رفتہ رفتہ جان سے بیزار ہو گیا
ملتا رہا خلوص کا انعام جسطرح

ساقی کے دستِ فیض میں مظہرؔ تھا مضطرب
اہلِ خرد کے ذہن میں ابہام جسطرح

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

بہت سوچا وہ کیا تھا جس سے تیرا پڑ گیا پالا
کمالِ غیض میں کیوں چھیڑ ڈالا پاؤں کا چھالا

عجب سہمی ہوئی ہے عندلیبِ خوش نوا کب سے
چمن میں خوف کا عالم، کوئی نغمہ، نہ اب نالا

یہ وہ شہرِ وفا تھا جس میں الفت تھی اخوت تھی
کدورت نے اسے لمحوں میں کر ڈالا تہ و بالا

اجاڑا ہے خزاں نے اس طرح اس بار گلشن کو
نہ رانی رات کی دیکھی، نہ دیکھے چمپا و لالا
کہوں جو بھی اسے کیوں بات لگتی ہے بُری میری
مرا غالب گماں یہ ہے، کہ ہے کچھ دال میں کالا

مَیں جس کو چومتا ہوں وہ تو بس اک حجرِ اسود ہے
خدا ہی جانتا ہے کیوں مجھے یہ حکم دے ڈالا!

مگر تو خود بتا معبود تیرے کتنے پتھر ہیں
پڑا جن سے ترا پالا، کہ تُو نے خود انہیں پالا

تباہی کے عجب سامان کر ڈالے ہیں انساں نے
اُڑے ایسے زمیں جیسے کہ ہو روئی کا اک گالا
شرافت اور شئے ہے، بے حسی کچھ اور ہے مظہر
تجھے کیا خوف ہے جو منہ پہ تیرے پڑ گیا تالا

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

صد حیف! یونہی صرفِ خرافات ہو گئی
کیوں آپ سے نہ پہلے ملاقات ہو گئی

آنکھیں ملیں تو دل کی ہر اک بات جان لی
حرف آشنا کچھ ایسی مری ذات ہو گئی

کھل کے رہے گا اب میرے بہروپ کا بھرم
ہر آئینے کی زد میں مری ذات ہو گئی

نکلے تھے بے خودی کی تمنا لئے ہوئے
ہر گام آگہی سے ملاقات ہو گئی
دل میں جلیں چراغ تو تاریکیاں بھی ہیچ
اک مَیں کہ روشنی سے مجھے مات ہو گئی

کج فہمیوں کی دھول سے چہرے اَٹے ہوئے
جانے یہ کس کی نگہِ عنایات ہو گئی

دستِ حنائی، دستِ مسیحا نہ بن سکا
ویسے بڑی ہی مشقِ مدارات ہو گئی

پہلی جھلک میں دیکھئے کیسی اُٹھان تھی
تحفہ کسک کا دے گئی سوغات ہو گئی

مظہرؔ نگاہِ غیر سے تو باخبر رہا
دستِ وفا کی چال سے بس مات ہو گئی

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

مجھ کو یہ شکائت، کہ وہ کیونکر نہیں ملتا
یہ اُس کا بہانہ کہ مرا گھر نہیں ملتا

اک وہ ہیں کہ پیتے ہیں جو صہبائے معطّر
اک مَیں ہوں کہ پانی بھی برابر نہیں ملتا

خوش رُو سے صنم، حیف وہاں ڈھونڈ رہے ہو
جس شہر میں اب کوئی صنم گر نہیں ملتا

کیا تیری کمندوں کی پہنچ اب ہے فلک تک
بے خوف وہاں کوئی کبوتر نہیں ملتا
دو اس کے حبالے کو اخوت کی کوئی کیل
جس قوم کو اب کوئی بھی محور نہیں ملتا

اس شہر میں خواہش ہے بنے محل تمہارا
اوروں کو جہاں ڈھنگ کا چھپّر نہیں ملتا

اس وادیٔ دلکش کو اجاڑا گیا اتنا
بے عیب وہاں کوئی بھی منظر نہیں ملتا

اقبالؒ کے اشعار کی لذّت کا نہ سوچو
اس دَور میں مظہرؔ سا سخنور نہیں ملتا

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

تری تنقید کا ساقی نشانہ
نہ پینے کا محض ہے یہ بہانہ

خصائل میں مرے جو پختگی ہے
مربّی ہیں تر و خشکِ زمانہ

ملا مردانگی کا جن کو جوہر
وہ ہیں تقلیدِ نسواں میں یگانہ

سمندر اور دریا کا خطر ہے
نہیں خوش ہے رہائش کو دہانہ
اُسے کتنے دنوں میں لُوٹ لو گے
مِلا ارضِ وطن سے جو خزانہ

اسے اک فکر کھائے جا رہی تھی
جو بعد از شب ہوا گھر کو روانہ

نمازِ نفل پڑھنی کہہ رہے ہو
یہاں تو زد میں ہیں اب پنجگانہ
سنا دی مَیں نے اپنی آپ بیتی
کہا لیکن کہ ہے یہ بھی فسانہ

زمانہ تو دلیلِ تام مانگے
تیری ہر بات مظہرؔ شاعرانہ

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

رگِ شعور کو اب کون دے سکے گا دوش
تری نگاہ سے پی کر سبھی ہوئے مدہوش

سحر کی چاپ بھی پاؤں تو کِھل کے پھول بنوں
مَیں آئینہ تو نہیں، دیکھ کر رہوں خاموش

کہاں ہیں پھول جو سینہ سپر تھے شاخوں پر
خزاں کی ایک ہی دستک سے ہو گئے روپوش

مجھے تو رکھنا ہے اس بات کا بھرم پیہم
تری نگاہ میں ہر چند مَیں ہوں صدمہ کوش
ہلالِ عید سے فیتہ خوشی کا کٹنے پر
ہوئی ہیں حسرتیں اک بار پھر سے ہم آغوش

ہزار حکمتیں مخفی ذرا سی بات میں ہیں
شعور دے کے مجھے کیوں ہوا تو پردہ پوش

تری نگاہ میں یکساں سبھی مگر پھر بھی
کلاہ غیر کو اور میرے واسطے پاپوش

کچھ ایسے لعل و جواہر میں محو تھا مظہرؔ
دکھتا کوئلہ چھو کر بھی وہ رہا بے ہوش

☆

ملے نہ خاک میں اب گل کی آبرو کیسے
سحر کے جسم کو چھو کر چلی ہے لو کیسے

جو خونِ دل تھا، اُسی کو قبائے گل پہ نچوڑ
ہوئی ہے چشمِ الم بار سرخرو کیسے

خیال جسم میں محصور رہ کے خائف ہے
صلیبِ درد کی ہونے لگی نمو کیسے

رسولؐ دین کا چہرہ نکھارنے آئے
ہمی نے اس میں کیے جابجا غلو کیسے
مرے وجود کو نوکِ عدم کی خواہش ہے
نہ ہوتی چھالے کو نشتر کی آرزو کیسے

تری زبان پہ پہرے، مری تمنا پر
نسیم کرتی ہے پھر گل سے گفتگو کیسے

جدا جدا ہیں اگر دل کی دھڑکنیں سب کی
مرے وجود میں پھر بولتا ہے تو کیسے

جو اہلِ دل ہیں انھی کی زباں پہ پہرے ہیں
جو مست حال ہیں پھرتے ہیں کوبکو کیسے

رہے ہیں میکدے مظہرؔ مرے تصرف میں
مَیں ایک جام سے کرتا بھلا وضو کیسے

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

یہ میرا خواب ہے تعبیر مَیں بتاؤں گا
اگر یہ خوب ہوا، راز تک سناؤں گا

غمِ جہاں کو جو بڑھتے کبھی بھی دیکھوں گا
تھپک تھپک کے اُسے جلد ہی سلاؤں گا

کبھی جو دیکھا فضا ہو گئی ہے یخ بستہ
تو اپنے گھر کی ہر اک شئے کو مَیں جلاؤں گا

صحیح ہے اہل وطن سو چکے ہیں گہری نیند
مرا یہ عزم ہے مَیں اُن کو اب جگاؤں گا
اگر کھِلی تو خدا جانے کون نوچے گا؟
کلی کا خوف ہے بے جا، اُسے بتاؤں گا

سکوت چھا گیا گر قید کے مراحل میں
خود اپنے پاؤں کی زنجیر مَیں ہلاؤں گا

فضا چمن کی بہت سوگوار ہے مظہرؔ
علاج جو بھی ہے اس کا، وہ آزماؤں گا

☆

پڑا ہوا ہے جو گھر میں وہی امان میں ہے
عجب یہ بات ہے، ایسا ترے گمان میں ہے

لگو گے خوب جو چوٹی سے نیچے اترو گے
وہ پانی شوخ ہے کتنا کہ جو ڈھلان میں ہے

مرا یہ شوق کہ کندہ کروں تیرا بھی نام
بلا کی سختی مگر دیکھ اس چٹان میں ہے

اگرچہ سینکڑوں رکھے ہوں بند ترکش میں
وہی تو تیر ہے بہتر کہ جو کمان میں ہے

نہیں تھا حوصلہ جس میں طویل مدت سے
وہی تو آج تمناؤں کی اڑان میں ہے

دکھاوا پن تھا مگر اُن میں تھی نہ مضبوطی
بتا یہی ہے جو تیرے بھی ارمغان میں ہے

اسے یہ شوق تو ہے، گزریں چند لمحے ساتھ
مگر سماج کا اک خوف درمیان میں ہے

بلا کا حوصلہ پاتا ہوں اب تو رہزن میں
عجب سا خوف مگر میرے پاسبان میں ہے

اُلجھ رہا ہے کہ جیسے یہ تارِ ریشم ہو
عجیب مخمصہ مظہرؔ ترے بیان میں ہے

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

کبھی وہ وقت تھا تیرا بدن چھریرا تھا
دراز زلفوں کا سایہ بھی کیا گھنیرا تھا

قدم قدم پہ ستاروں کی آزمائش تھی
سفر کٹھن تھا بہت، راہ میں اندھیرا تھا

کیا تھا عزمِ سفر جب، اسے خبر نہ تھی
ہر ایک راہ پر بیٹھا ہوا لٹیرا تھا

عجب سی آ گئی تھی اب تو اس میں بیباکی
زباں پہ نعرہ تھا اور ہاتھ میں پھریرا تھا
سبھی تو سانپ وہاں ہو رہے تھے بے قابو
کمالِ فن پہ مگر مطمئن سپیرا تھا

قدم جمائے وہیں پر، جہاں بھی رہ پائی
ڈرا وہیں پہ اندھیرا، جہاں سویرا تھا

حباب کرتا رہا ذکر بے ثباتی کا
زمانے والوں نے کیوں خانماں بکھیرا تھا

دیئے تھے آس کے کتنے، کہ جو جلانے تھے
مگر تھی فکر کہ چھوٹا بہت بنیرا تھا

قدم قدم پہ بہت پُر شکوہ سرائیں تھیں
جہاں سکون ہو مظہرؔ، تیرا ہی ڈیرا تھا

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

ساقی تری محفل میں کِسے ایسا گماں ہے
خالی ہے کہیں ہاتھ کہیں رطلِ گراں ہے

مَیں تلخیٔ حالات سے گھبرا نہیں سکتا
ہمت کے بڑھانے کو اگر سیلِ رواں ہے

جو پشت پہ کردار کی طاقت نہیں رکھتا
اثرات سے عاری وہ فقط زورِ بیاں ہے

بیٹھو تو فراوانیٔ اوقات پہ شکوہ
کرنے کو عجب پھیلا ہوا کارِ جہاں ہے
مت دیدۂ یکسو کی طرح دیکھ اسی کو
تاریک تری پشت پہ اک اور جہاں ہے

پھر جس کو نگاہوں کی طلب ڈھونڈ رہی تھی
افغان کے تن بھیس میں وہ عزمِ جواں ہے

ہنگامِ سحر سے ہے جہاں گرمیٔ اظہار
افسوس وہیں بادِ صبا اشک فشاں ہے

درکار ہے تزئین تو ہیرے کی کنی بن
یہ دنیا بھی اک کارگہِ شیشہ گراں ہے

اس طور اڑی خاک، سرِ شمعِ محفل
جلتے ہوئے جذبات کا اظہار دھواں ہے

کیوں مسندِ ساقی پہ بٹھاتے ہو اُسی کو
جس شخص کو اک جرعۂ مے پینا گراں ہے

☆

کیا ہوا جو دیکھ لی حالت دلِ بیمار کی
کاش تم دیکھو کبھی طاقت مرے افکار کی

لہجہ کیوں بدلوں بھلا، کیوں شعر تیری نذر ہوں
مجھکو ملتی ہے کہاں خلعت ترے دربار کی

اپنے ہم وطنوں کی طاقت سے تجھے کیا خوف ہے
کس لئے درکار ہے تجھ کو مدد اغیار کی

وہ تو سمجھا تھا کہ اب میدان کا وہ شیر ہے
بات یکساں ہو گئی اظہار سے اسرار کی
مَیں صحافی ہوں مجھے چھیڑا ہے ناداں کس لئے
تو نے کیا دیکھی کبھی طاقت مرے اخبار کی

بھک منگے کرکے خوشامد، آ گئے دربار تک
خاک میں ملنے لگی عزت ہر اک دستار کی

خستہ گھر کے پاس تیرے گھر کی بنیادیں کھدِیں
فکر تو نے کیوں نہ کی گرتی ہوئی دیوار کی

اک پٹاخہ جب چلا، وحشت سی طاری ہو گئی
لمحہ بھر میں دیکھ لی طاقت بڑی سرکار کی

اس کے کہنے پر ہوئی مظہرؔ میری ہمت جواں
چال مَیں کچھ بھی سمجھ پایا نہ اُس منجدھار کی

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

وہ جفائیں مدام کرتے ہیں
ہم وفاؤں کو عام کرتے ہیں

تلخیوں کا علاج گر تلخی
زندگی وقفِ جام کرتے ہیں

پاس تھی حسرتوں کی جو مٹھی
اس کو بھی اب تمام کرتے ہیں

تیری عشوہ طرازیاں، توبہ!
جا تجھے ہم سلام کرتے ہیں
وہ رہیں محترم، مگر مجرم
جب وہی کچھ غلام کرتے ہیں

ایسی لایعنی اُن کی باتیں ہیں
جیسے بچے کلام کرتے ہیں

گھر چلانے کا خوب نسخہ ہے
گھر کا نیلامِ عام کرتے ہیں

اُسکی تختی جلی تو وہ بولا
ایسا محسن ہی کام کرتے ہیں

ملنے لگتی ہے ہر خوشی مظہرؔ
جب ستارے کلام کرتے ہیں

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

قدر یوں ہونے لگی ہے روپ کی بہروپ میں
مانگ سونے کی بھی اب ہونے لگی ہے روپ[1] میں

بچ گئے ننگے بدن سے کیونکہ تم جنگل میں تھے
کرتے کیا گر ہوتا یوں صحرا کی تپتی دھوپ میں

وقت کی لیلیٰ نہ جانے کان میں کیا کہہ گئی
پھر تو دل صحرا میں تھا، قیسِ عرب کے روپ میں

بات '' انیس بیس'' کے چکر میں الجھا دی گئی
چھید جو چھلنی میں ہیں، اس سے ہیں بڑھ کر سوپ[2] میں
وہ بنا کرتے تھے جو، آخر وہی کچھ ہو گئے
فرق بس حرفوں کا ہے اب روپ میں بہروپ میں

سامنے تھا گرم آبِ شور کچھ رکھا ہوا
اور ماں یہ کہ رہی تھی، کھا ڈبو کر سوپ میں
بہن ہو، بیٹی کہ ماں ہو، یا شریکِ زندگی
سامنے عورت رہی مظہرؔ مرے ہر روپ میں

[1] روپ (چاندی) جو کہ وہائٹ گولڈ سمجھی جا سکتی ہے
[2] پانی سینچنے کا ٹوکرہ

☆

خوشہ چیں کون ہے باغباں کون ہے؟
رہزنوں میں مرا پاسباں کون ہے؟

جس کے دامن میں مل جائے مجھکو سکوں
دہر میں اُس سا اب مہرباں کون ہے؟

وعدہ ہو تو چکا ہے مگر دیکھنا
جو اڑاتا ہے اب دھجیاں کون ہے؟

سب بہی خواہ مرے زخم خوردہ ہوئے
کر دے میری بھی جو کرچیاں کون ہے؟
خوابِ غفلت سے جاگو تو یہ سوچنا
دے رہا ہے جو پیہم اذاں کون ہے؟

کیا سبو؟ جام و میکش سبھی بچ گئے
ایسا محتاط پیرِ مغاں کون ہے؟

راہزن جس پہ خوش، رہنما بھی ہے خوش
اس پہ جس کو ہے اچھا گماں کون ہے؟

اب غمِ عشق ہے، اور نہ احساسِ غم
جز مرے ایسا بے خانماں کون ہے؟

جس سے منسوب ہے میکدے کا بھرم
گر یہ مظہرؔ نہیں، تو میاں کون ہے؟

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

کیوں کہہ رہے ہو اب وہ نگاہیں بدل گیا
سوچو کہ وہ ازل سے ہی کیا خوشہ چیں نہ تھا

ساقی کو فکر ہے کہ سبھی خود سمیٹ لے
کچھ اپنے میکشوں پہ عنایت کو دے بڑھا

صحرا سے بچ کے آئے تھے دلدل میں جا پھنسے
یہ اندھے اعتماد کا سب کو صلہ ملا

تیار ہم ہیں پیٹ پہ پتھر کو باندھ لیں
کھلتی ہے پر تونگری اُسکی جو ہے بڑا
طوفان میں ہے کشتیِ امت پھنسی ہوئی
کیا اس کو پھر ملے گا محمدؐ سا ناخدا

وعدہ نیا کیا تو بہت تالیاں بجیں
سچ بات یہ ہے پھر نیا چکمہ دیا گیا

مت بالا بالا کیجئے قسمت کے فیصلے
مظہر سے بھی تو پوچھئے جو پاس ہے کھڑا

☆

یہ آرزو ہے حُسن بھی جلتا دکھائی دے
آنسو بتوں کی آنکھ سے ڈھلتا دکھائی دے

مژدہ نگاہِ شوق کا یوں مختصر ہوا
جاڑوں میں جیسے وقت سکڑتا دکھائی دے

روزِ ازل سے عشق ہی گریہ کناں ہے کیوں؟
راہِ وفا میں حسن بھی روتا دکھائی دے

وقتِ غروب آ گئی نہ جانے کس کی یاد
سورج فرازِ کوہ سے تکتا دکھائی دے

احساس کی نمود تو جاں کا عذاب ہے
ہر شخص اپنی آگ میں جلتا دکھائی دے

کیا وقت ہے کہ یاس کا موتی ہر ایک شب
ہر چشمِ آرزو میں جھلکتا دکھائی دے

ساقی کے التفات سے محروم آج تک
مظہرؔ تو میکدے میں ترستا دکھائی دے

☆

قہقہے یوں لنڈھا رہا ہوں مَیں
جاتے جاتے رُلا رہا ہوں مَیں

ساقیا کیوں تری نگاہوں میں
اِک حقارت سی پا رہا ہوں مَیں

حسنِ ظن پہ گِراں گزرتی ہے
داد بے داد پا رہا ہوں مَیں

پیروی ہو رہی ہے واعظ کی
سوئے میخانہ جا رہا ہوں مَیں
دشمنی اُس کی اک علامت ہے
ورنہ دل میں بسا رہا ہوں مَیں

ایسے میں کیا تجھے بھلا برسات
اَشک پیہم بہا رہا ہوں مَیں

ہمنشیں تیری نیلی آنکھوں میں
دعوتِ عیش پا رہا ہوں مَیں

جو رقیبوں سے وصل میں خوش ہے
اُس کو الفت جتا رہا ہوں مَیں

زندگی موت سے حزیں مظہرؔ
موت سینے لگا رہا ہوں مَیں

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

حُسن کو عجز سکھا دوں تو بتا کیسی رہے
عشق مغرور بنا دوں تو بتا کیسی رہے

ساز سے راگ چھڑا دوں تو بتا کیسی رہے
آگ گلزار بنا دوں تو بتا کیسی رہے

پیشتر اِس کے گرے برق مرے مسکن پر
آشیاں اپنا جلا دوں تو بتا کیسی رہے

حُسن آدابِ محبت کا قرینہ سیکھے
عشق کو درسِ جفا دوں تو بتا کیسی رہے

آگہی روگ بنی جاتی ہے رفتہ رفتہ
شمعِ احساس بجھا دوں تو بتا کیسی رہے

میں نے رو رو کے سرِ بزم رلایا سب کو
قہقہے آج لنڈھا دوں تو بتا کیسی رہے

جن کو ہے ناز بہت سوزِ سخن پہ مظہرؔ
اُن کو باتوں میں رُلا دوں تو بتا کیسی رہے

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

بھنوروں کی اک بھیڑ لگے گی کلی ذرا مُسکائے تو
سیپ میں موتی بن جاتا ہے قطرہ گود میں آئے تو

چاند، ستارے، پھول اور خوشبو، صہبا، مستی، روپ، سروپ
یہ سب اُس سے مل جائیگا مجھ کو وہ اپنائے تو

اِس حالت میں جی نہ سکوں گا، اس وعدے پہ مرتا ہوں
روز وہ میری قبر پہ آ کے تازہ پھول چڑھائے تو

ہاں وعدہ تھا شب ڈھلنے سے پہلے گھر چھوڑ آؤں گا
کیا اُفتاد پڑے گی آخر صبح تلک رہ جائے تو
زلفوں کو وہ ایسے جھٹکے جیسے چاند گھٹا سے نکلے
رات کے آنے کا ساماں ہو، زلفیں وہ بکھرائے تو

اُس دوشیزہ کا کیا کہنا جو خود میں ہو اتنی مست
آپ ہی زانو پر کچھ لکھ لے، آپ ہی گر شرمائے تو

حسنِ یوسف خواہ ہو مظہرؔ جس کا دل ہو پوچھے دام
بکنے والی شئے جو بن کر منڈی میں آ جائے تو

☆

بسترِ اِمکان پر سو جائیے
یا غمِ ادراک میں کھو جائیے

اپنا کر لیجے کسی کو ہم خیال
یا کسی کے جان سے ہو جائیے

آتی رہتی ہے ندا یہ غیب سے
مختصر قصہ ہوا سو جائیے

چادرِ عصمت پہ جو داغ آ گیا
آبِ حکمت سے اسے دھو جائیے
دستِ قدرت میں جو ہے وہ چھوڑ کر
وعدۂ فردا پہ خوش ہو جائیے

سوچا تھا اس بار کہہ دوں برملا
ماننا ہرگز نہیں تو جائیے

غیر سے مَیں نے کِیا ہے اشتراک
تخمِ الفت آپ بھی بو جائیے

ہے یہ مظہرؔ تلخیوں کا اب علاج
لوٹ کر پھر میکدے کو جائیے

☆

کب تک مَیں اناؤن کی ندی پار نہ کرتا
کب تک مَیں ترے حسن کا اقرار نہ کرتا

یوں آج نہ جھکتیں مری آنکھیں سرِ محفل
تکریم اگر کل مری دربار نہ کرتا

تجسیمِ ہنر خواب سے بنتی نہ حقیقت
اک لفظ ادا اپنا جو کردار نہ کرتا

ہوتی نہ اگر خوب مجھے مشقِ دفاعی
مَیں دشمنِ عیّار پہ یوں وار نہ کرتا
کیوں پاس مرے گرتا بھلا ٹوٹا ہوا پر
وہ اپنی جفاؤں کا جو اقرار نہ کرتا

جو خُلق کے سکّے نے مرا کام کیا ہے
مانو کہ کبھی کام وہ دینار نہ کرتا

اِس بار تو کھل جاتا مئے وصل ہے کیا چیز
اصرار پہ گر میرے وہ انکار نہ کرتا

جو رہ سجھائی ہے مرے شعر نے اُسکو
وہ کام تو منزل کا بھی مینار نہ کرتا

مظہرؔ وہ گلی تیرے لئے بھی تو کھلی تھی
اے کاش! کہ تُو بیچ میں دیوار نہ کرتا

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆

ذرا ذرا سی شکایت سے یوں نہ تنگ کرو
اگر ہے حوصلہ تم میں تو آؤ جنگ کرو

مٹے گی ایسے مرے گھر کی خستہ حالی بھی
دراڑیں اس کی چھپا کر کوئی سا رنگ کرو

کوئی بھی دستِ تعاون اگر دے ہاتھوں میں
اسے ہڑپ ہی نہ کر لو، کہ مثلِ گنگ کرو

جہاں بھی رہتے ہو اس شہر سے کرو الفت
شمعِ خلوص سے روشن ہر اس کا انگ کرو
کسی پہاڑ کو دیکھو تو پھر بمثلِ موم
نگاہِ مردِ قلندر سے سنگ سنگ کرو

رہِ وفا میں اندھیرا جہاں بھی چھا جائے
چراغِ دیدۂ روشن سے سب کو دنگ کرو

خرابی دل میں اگر ہے تو پھر سنو مظہرؔ
سچائی ہی کے مصفّی سے دور زنگ کرو

☆

اِسی چمن میں مہکتے گلاب دیکھتے تھے
خیال پڑتا ہے جیسے کہ خواب دیکھتے تھے

انہی کے پرتوِ انوار سے ہیں دل روشن
فرازِ دار پہ جو آفتاب دیکھے تھے

جہاں کے درد کبھی بے کلی کا باعث تھے
شعورِ ذات کے گاہے عذاب دیکھے تھے

طلوع ہوئے تھے کبھی جو نہ ڈوبنے کے لئے
شبِ وصال میں وہ ماہتاب دیکھے تھے
جو راہزن تھے وہی رہبروں کی صف میں تھے
بدلتے روپ میں عزت مآب دیکھے تھے

سحر کو کس نے دیا حوصلہ کہ بکھرا دے
طویل رات میں جتنے بھی خواب دیکھے تھے

بجز گلوں کے وہ کانٹوں سے جھولی بھر لائے
مرے چمن نے عجب انتخاب دیکھے تھے

شبِ سیاہ کے چھٹتے ہی اجتناب ان سے
نقیبِ صبح کے جو ہم رکاب دیکھتے تھے

کچھ اس لئے بھی ضروری تھی بزم آرائی
جگانے والے سبھی محوِ خواب دیکھے تھے

چلے تھے ہاتھ میں مظہرؔ لئے جو جامِ جم
بغل میں اُن کے ہی جامِ شراب دیکھے تھے

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

قطعہ

آؤ اُٹھو کہ زینتِ صحنِ چمن کریں
یہ کام ہے سبھی کا، سبھی مرد و زن کریں
سب جسم سے، قلم سے، زباں سے کریں جہاد
دولت کو، سیم و زر کو، بنامِ وطن کریں

اَثرات

باتوں سے کیا؟ عمل سے بیاں کر دیا گیا
اُمت کے حوصلوں کو جواں کر دیا گیا
اِس قوم کی رگوں میں حمیت کا ہے لہو
چاغی کے تجربوں سے عیاں کر دیا گیا

حکمران

محاذِ جنگ میں ہے دیدنی جرأت جوانوں کی
حفاظت اُن کی نظروں میں، مکینوں کی مکانوں کی
تعجب کیا جو ناموسِ وطن کو بیچ کر خوش ہیں
یہی تاریخ ہے میرے وطن کے حکمرانوں کی

ترجیحِ اوّل

جو ناقد ہے مِرا سمجھو حقیقت اُس سے اوجھل ہے
کروں گا دُور مَیں اِس قوم کے ماتھے پہ جو بل ہے
یہ ممکن ہی نہیں مَیں جنگ کے شعلوں کو بھڑکاؤں
معیشت ملک کی جب کہ مِری ترجیحِ اول ہے

مزاج

زہر سے کیوں کرے کوئی میرا علاج
کس کو یہ حق ہے مجھ سے مانگے خراج
جس کو ہے یہ گماں، مہرباں آسماں
کیا سمجھتا ہے وہ بجلیوں کا مزاج

قطعہ

مانگے ہوئے لہو کو رگوں میں اتاریئے
قربانیوں کی بات پہ ٹانگیں پساریئے
پنجگانہ بھی ادا نہ اگر ہو تو فکر کیا
جب جان پہ پڑے تو تہجد گزاریئے

بَن مانگا

تِری خوش پوشیوں پَر مجھ کو اتنی بات کہنا ہے
ترقی کیا؟ بجز اِمداد، دیوانے کا سپنا ہے
اَرے ناداں! مِری خستہ لِباسی پر تعجب کیوں
پہن رکھا ہے جو مَیں نے، خدا شاہد ہے، اپنا ہے

اَنفاق

ذکر ہو پیہم تمھارے رُوبرو
وقت آنے پر بہا ڈالو لہو
یہ رہے لیکن سدا پیشِ نظر
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا

ساقی نامہ

(یہ نظم علامہ اقبالؒ کے شعری کلام سے اُن کے تفکرات، ترکیبات، تشبیہات، استعارات اور تلمیحات کو استعمال کر کے لکھی گئی ہے)

حصۂ اوّل ۔۔ احساسِ زیاں

مَیں بھٹکتا پھر رہا تھا اور تھا بے کاخ و کُو
نہ صدف میرا نصیبہ، نہ گہر کی آبرو

مَیں نے تو اسلاف کی عزت ملا دی خاک میں
گوہرِ نایاب کی مالا گنوا دی خاک میں
مَیں بھٹکتا آتشِ بیگانہ کی خاطر پھرا
آپ لیکن مَیں یدِ بیضا نہ روشن کر سکا

ناز ہو اسلام کو جس پر، وہ غازی مَیں نہ تھا
جس کی پروازِ تخیّل، شاہبازی مَیں نہ تھا

تھا کبھی جو قطرۂ شبنم وہ آنسو بن گیا
جو کبھی دریائے صحرا تھا محض جُو بن گیا

صاحبِ تاجِ نگیں کی طاعتوں میں کھو گیا
میر و سلطاں کی غلامی پر رضا مند ہو گیا

مردِ مومن جو تھا خود قرآں وہ قاری بن گیا
حضرتِ انسان کی ذلت پہ گردوں رو دیا

شورشِ طوفاں سے ڈر کر، لذّتِ ساحل پہ مست
مَیں کشاکش سے گریزاں، تھی یہی میری شکست

ربّی الاعلیٰ کے شاہد تو نہ تھے میرے سجود
مل سکے قلب و نظر کو نہ کبھی جذب و سرود

ترک دنیا کا سبق ملّا مجھے سکھلا گیا
مَیں جہانِ رنگ و بو سے ساقیا اُکتا گیا

شورشِ طوفاں سے مَیں خوش تھا کبھی گرداب سے
اب کنارے گا رہا تھا ایک جوئے آب کے

حصۂ دوم۔۔طلبِ منزل

شرطِ اول ہے مری اے ساقیا مجھ کو پلا
جامِ مے جو کر دے مجھ کو یک بیک خود آشنا

نشہ صہبا سے ہو جائے عطا ایسا مقام
عشق کی منزل کو پالوں چلتے چلتے تیز گام

عشق وہ کہ جس سے پیدا ہو نوائے زندگی
عشق وہ کہ جس میں جذب و مستی و وارفتگی

عشق وہ گرمی سے جس کی معرکۂ کائنات
عشق وہ کہ جس کے دم سے ہیں کمالاتِ حیات
وہ حیاتِ جاوداں جو موت سے مر نہ سکے
اور نہ پیمانۂ امروز و فردا میں تُلے

آشکارہ ہوں رموزِ بے خودی مجھ پر سبھی
اور ہوں مجھ پر عیاں، جو بھی ہیں اسرارِ خودی

کیوں کروں مَیں مِثل پروانے کے دریوزہ گری
ہو میرے اپنے بدن ہی سے عیاں تابندگی

میری ہر اک ضرب میں ضربِ کلیمی کا سا رنگ
رائی بن جائے اگر کوئی بھی آئے رہ میں سنگ

ہو عدو سے جنگ کا موقع تو پھر میرا خدنگ
وار میں اتنا ہو کاری جیسے اندازِ پلنگ

قل ھو اللہ جس میں مضمر ہو سنوں بانگِ درا
میرا تن من دھن حریمِ ملک و ملت پر فدا
مَیں سنوں مرغِ سحر کی وہ نوائے لا الہ
ظلمتِ شب جس کی الا اللہ پر ہر دم فدا

ہو خِرد آزاد زنجیرِ غلامی توڑ کر
عشق ہو آباد مردِ حُر سے رشتہ جوڑ کر

حصۂ سوم ۔۔حاصلِ طلب

میری معروضات سن کر دے دیا ساقی نے جام
جس کی خاطر مَیں یہاں پہنچا تھا گویا تشنہ کام
علم و دانش، عشق و مستی، فقر و دیں، ذوقِ عمل
اِن عناصر کے مرکب سے تھی پُر یہ لالہ فام

مَیں بِلا تاخیر ہونٹوں سے لگا کر پی گیا
اُسکا نشہ دل کا دامن لمحہ بھر میں سی گیا

یہ ہوا محسوس جیسے شامِ غم چھٹنے کو ہے
ظلمتِ شب سے کِرن اُمید کی پھٹنے کو ہے
تیشۂ فرہاد سے ہو گی رواں اب جوئے شِیر
پھول کی پتّی سے اب پتّھر کا دل کٹنے کو ہے

مرا جی چاہا ستاروں پر کمندیں ڈال دوں
فرشِ ارضی سے ثریا تک کا رستہ ناپ لوں

☆

یوں لگا اقبالؒ کا شاہین ہے مومن کی شان
بندۂ خاکی نہیں کوتاہ پَر، کمزور جان
واقعہ معراج کا اِس بات کا بیّن ثبوت
اور بھی کروبیاں سے، اِس کی بڑھ کر ہے اُڑان

کون تھا جس کی یدِ بیضا میں تھا نورِ جمال
کون تھا جس کو اَناالحق کا ہوا حاصل کمال

گر مسلماں ایک پھر کیوں ہے من و تو کی یہ جنگ
کیا عرب ہے، کیا عجم، کیا امتیازِ نسل و رنگ
ارتباطِ قوم ہی وہ قوتِ فولاد ہے
سارا عالم جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
''فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں''

☆

مِل گیا افکارِ خوابیدہ کو اندازِ بیاں
بے زبانی کو تو میری مل گئی آخر زباں
آشکارہ ہو گئے مجھ پر خودی کے سب رموز
بھید سارے ہو گئے ظاہر جو اب تک تھے نہاں

شب گریزاں جلوۂ خورشید سے ہونے لگی
آنکھ روشن سرمۂ توحید سے ہونے لگی

قوم کے جو نام ہے اقبالؔ کا درسِ عظیم
اس پہ ہونے کا عمل پیرا کرو قصدِ صمیم
جو ملا اقبالؒ کے اشعار سے افکار سے
ساقی نامے میں وہی کچھ کہہ گئے مظہرؔ فہیم

ہو گئے مسحور سب اِس شوخیٔ تحریر سے
کوکبِ مقصود کی تنویر سے توقیر سے

قائداعظمؒ

وہ منحنی سا جسم تھا لیکن تھی کیا پھبن
تھا مغربی لباس میں، اک مشرقی بدن

لَوٹا وہ جب شعور کی دولت سمیٹ کر
سوچا یہاں پہ کس لئے قابض ہیں راہزن

حسّاس تھا وہ رہ نہ سکا اس سے بے نیاز
تھی اُس کی قوم جس کے لئے کر رہی جتن

شامل وہ اُس میں ہو گیا تاخیر کے بغیر
پہلے سے تھی وطن میں جو موجود انجمن
تھی غیر سے نجات کی سب کو لگی ہوئی
اِک مشرِ خیال تھا سینوں میں موجزن

اَب تھی گھڑی قریب کہ صیاد چھوڑ دے
آزاد ہو چمن میں ہر اِک طائرِ وطن

اِک روز اُس کی قوم سے بنیے الجھ پڑے
پھر کہتا کون یہ تو ہیں، دو نخل اِک چمن

اُس کی نہ جب چلی تو بکھر کر وہ رہ گیا
اِس انجمن پہ رکھا تھا اُس نے جو حسنِ ظن

دو قومی نظریے کا وہ قائل یوں ہو گیا
نعرہ وہ لے اُٹھا کہ ہو اُس کا الگ وطن

شمع نئی جلی تو پھر پروانے آ گئے
محسوس کر رہے تھے جو مدت سے اِک گھٹن
رہبر اُسی کو چن لیا اِس نئی بزم کا
مسلم نے جب کہ جانچ لئے اُس کے فکر و فن

وہ پیکرِ خلوص تھا، پُرعزم بے مثال
انگیز اُس نے خوب کیں اِس راہ کی فِتن

اُس مغربی سے، اَب نہ رہا اِس سے کچھ فرار
جس راہ کی تلاش میں یہ قوم تھی مگن

جس کی بنا ہے نظریہ اک مُلک لے لیا
سب جانتے ہیں کیسی تھیں اِس راہ کی محن

اِس میں خدا کی مصلحت کیا تھی یہ راز ہے
حرکت میں جلد آ گئی کیوں خلد کی رَسن

اب تک بھی اُسکا قوم پر مظہرؔ یہ قرض ہے
اِس ملک میں ہر اِک کا ہو اسلام پیرہن

پاسبانِ کارِ گل

رقم کر رہے ہیں نئی داستاں
شہادت کا جذبہ لئے بیکراں
تھا پیشِ نظر جن کے یہ امتحاں
کہ کتنے ہیں وہ دین کے قدرداں

ہیں گنتی کے چند ایک پیر و جواں
کرگل کی چوٹی کے یہ پاسباں

لئے مومنانہ نگاہِ بلند
جو سوچا کہ ہے بے خطر، سودمند
دراس اور کرگل پہ ڈالی کمند
عدو کو بجا اس سے پہنچی گزند

ہیں قبضے میں اُن کے یہ شہزادیاں
فضاؤں میں اب جن کے گونجی اذاں

☆

شناور ہیں یہ بحرِ ظلمات کے
مسافر ہیں یہ راہِ آفات کے
یہ قائل ہیں ہر دم مہمات کے
امیں ہیں یہ اپنی روایات کے

کہاں راس اِن کو تن آسانیاں
کہ پھرتے ہیں یہ تو چٹاں در چٹاں

عدو کی گزرگاہ پہ رکھے نظر
رسد اب سیاچن کی یوں روک کر
جو چاہیں تو دشمن کی توڑیں کمر
ملے گر نہتوں کو تیر و تبر

خدا کی ہوں ان پر مہربانیاں
مگر ہم بھی تو اُن کے ہوں پشتیباں

کِیا ہے جو اب اُس پہ پیہم ڈٹیں
قدم جو جمے ہیں، نہ ہرگز ہٹیں
تمنا ہے دشمن کے بازو کٹیں
عدو کی نہ مایوسیاں اب گھٹیں
سنو آج مظہرؔ ہے گوہر فشاں
مجاہد ہے جو، یہ اُسی کا جہاں

پربت کا شہزادہ

دشمن ظلم کا دلدادہ ہے
اور اَخلاق کا افتادہ ہے
ہر ذلّت پر آمادہ ہے
تو وادی کا شہزادہ ہے
مَیں پربت کی شہزادی

قدرت کا تجھ پر احساں ہے
جیت کا تیری یہ ساماں ہے
تیری جان پر اب قرباں ہے
فتحِ مبیں کی بھی خواہاں ہے
سب کشمیر کی آبادی
دشمن پر ہیں تیرے سائے
لازم ہے وہ منہ کی کھائے
منہ کی کھا کر پھر چلّائے
دیکھ نہ دھوکا دینے پائے
بند گلی کا فریادی

شاہیں کی سی تیری فطرت
پربت پربت پھرنا عادت
دشمن پر ہے تیری ہیبت
مظہرؔ کی ہے اب یہ چاہت

گونجے نعرۂ آزادی

تو کشمیر کا شہزادہ ہے

مَیں کرگل کی شہزادی

؎ کوہ ہمالہ کی چوٹی کارگل جس پر مجاہدین کا قبضہ ہے

ترانۂ ملی

پیارا پیارا پاکستان
اِس کے دریا اور کھلیان
محنت کش ہوں یا دہقان
سب ہیں اللہ کا احسان

پاک وطن ہے اپنی جان
پیارا پیارا پاکستان

ہم ہیں سورج، چاند، ستارے
اپنے وطن کے راج دلارے
دن ہو تو خوش رنگ نظارے
رات کو ہم ہیں نور منارے

ہم ہیں آپ اپنی پہچان
پیارا پیارا پاکستان

☆

رہیں یہ قائم عرض و طول
باغِ وطن کے ہم ہیں پھول
خوشبو پھیلانا معمول
رعنائیوں کا ہم پہ نزول

خوش بختی کا ہم عنوان

پیارا پیارا پاکستان

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

بسلسلہ یومِ آزادی پاکستان

کیا کیجئے جو باغباں بے اعتبار ہو
اُس پر مزید یہ کہ فضا سوگوار ہو

نعمت کدہ جو ہونا تھا حسرت کدہ بنا
کِس کِس نے کی ہے مشقِ ستم ،آشکار ہو

دارِ غمِ حیات پر کیوں چُپ سی سادھ لی
اَب جاں کنی کا وقت ہے نالہ گزار ہو

زر دار ہو نہ اب کوئی جاگیردار ہو
وہ تاجدار چاہیے جو خاکسار ہو
راحت کدوں کو کھول دو عبرت کے واسطے
ہر مرد و زن کی آج سے پیہم پکار ہو

اے شہریار کب تلک اغیار سے طلب
اپنے کیے پہ کیوں نہ ترا انحصار ہو

اصحابِ حل و عقد ہی رنگتے رہے ہیں ہاتھ
اَب اُن کا احتساب ہو اور بار بار ہو

راہ طلب میں کِس قدر مظہرؔ ہو مضطرب
دامن اُسی کا تھام لو جو غمگسار ہو

۱۴/اگست ۱۹۹۸ء کے موقع پر کہی گئی

بسلسلہ جہادِ کشمیر

یہ ترے اپنے لہو نے تجھے صدا دی ہے
کہ جس کی زد میں نہایت، وہ ابتدا دی ہے

مہیب سایے سے کیونکر کوئی ہراساں ہو
یہ دھندلکا تو شبِ وصل کا منادی ہے

پکے گی وقت سے پہلے یہ خواہشات کی فصل
خوشا کہ ہاتفِ غیبی نے یہ ندا دی ہے

طلسم اُس کی رَواداریوں کا ٹوٹ گیا
کھلا یہ عقدہ کہ وہ جھوٹ ہی کا عادی ہے
جھلس نہ جائے قبا، مخملیں ارادوں کی
حصارِ غیض میں جنت نظیر وادی ہے

اگر ہو وحدتِ فکر و نظر تو دھڑکن ایک
یہ اور بات کہ صورت جدا جدا دی ہے

نشانِ راہ اِنھیں گھاٹیوں سے ملتا ہے
حُنین و بدر و اُحد نے یہی نوا دی ہے

تھا رُوپ شیر سا، خصلت مگر تھی رُوباہی
مری بھی سادا دلی نے مجھے سزا دی ہے

نگاہِ مردِ قلندر کا فیض ہے مظہرؔ
دل و نظر میں نئی جوت اِک جگا دی ہے

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

چوٹیاں

رشکِ سینا، اَوجِ پربت، خیرِ مسکن چوٹیاں
بن رہی ہیں شاہبازوں کی معاون چوٹیاں

اب تو ہر شاہیں صفت چاہے کہ ان پر آ بسے
ہیں حصولِ آرزو کی آپ ضامن چوٹیاں

جب نظر ڈالی تو ہیبت چھا گئی اعصاب پر
گرمئی اظہار کی گویا ہیں خِرمن چوٹیاں

گونج اٹھتی ہے صدا، نالہ ہو یا کہ ہو دعا
ہیں ہر اک بے آسرا انساں کی ساتھن چوٹیاں
اپنی رفعت کی بنا پر ہیں بجا مغرور تو
پُرسکوں سا رکھتی ہیں تاہم یہ دامن چوٹیاں

کارگل کا ماجرا ہو یا کہ داغستان کا
ہیں مجاہد کے لئے یہ سب ہی مامن چوٹیاں

یہ ترا حسنِ تدبر تھا کہ سب رشتوں کو توڑ
کیسے مظہرؔ ہو گئیں دشمن کی دشمن چوٹیاں

نامۂ تہنیت

(نورِ چشم ابوذر قسیم کے دوبئی میں منعقدہ ایک سیمنار میں شرکت کیلئے منتخب ہونے پر)

یہ امکان کا ایک در وا ہوا ہے
تری کامرانی کا رستہ کھلا ہے

چناؤ میں اک نام تیرا ہی آیا
تری محنتوں کا یہ ثمرہ ملا ہے

تدبر کا دامن نہ چھوٹے کبھی بھی
خدا جانتا ہے مقدر میں کیا ہے

زمیں پر مہرباں بٹھائے ہیں اُس نے
فلک پر قدردان خود ہی خدا ہے
فراوانی خیر ہے گر یہاں پر
تو ترغیب شر اُس جگہ بے بہا ہے

گو شر کے محرک وہاں جا بجا ہیں
مگر اُن سے بچنا ہی کارِ جزا ہے

بگاڑے گی چشمِ زمانہ ترا کیا
تجھے جب کہ ایمان کا آسرا ہے

دعائیں سبھی کی شریکِ سفر ہیں
سفر پر تُو بیشک اکیلا چلا ہے

پھلے پھولے، پائے ثمر، سرخرو ہو
ترے پدر و مادر کی پیہم دعا ہے

ابوذر! یہ اک نامۂ تہنیت ہے
ترا خیرخواہ بن کے مظہر کھڑا ہے

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

الوداعی نامہ

الوداع اے رونقِ صحنِ چمن
الوداع اے خوشہ چینِ علم و فن

ہو امیں تم زینتِ مکتب سدا
ہو حصولِ علم کا جذبہ روا

بھولنا مت رتبۂ استاد کو
ہم نشینوں کی نہ ہرگز یاد کو

یاد رکھنا بچپنے کا جھولنا
مدرسے میں اپنا پھلنا پھولنا
دیکھتی ہو کیا در و دیوار کو
صحنِ مکتب کے بھلا اشجار کو

رنگ پھیکا ہے در و دیوار کا
پوچھتی ہو کیا مرے اطوار کا

ہر کسی پر ہے اُداسی کا سماں
خامشی، افسردگی، آنسو رواں

آج چڑیوں کا چہکنا بھی گیا
آج پھولوں کا مہکنا بھی گیا

فکرِ فردا میں بجا امروز ہے
لمحۂ فرقت بڑا پُرسوز ہے

جاؤ بہنو، تم سدا سُکھی رہو
امتحاں کے واسطے محنت کرو
کامیابی امتحاں میں پاؤ تم
گیت خوشیوں کے ہمیشہ گاؤ تم

شہنازؔ و نائلہؔ عفت تمام
اونچا کر دو ملتِ بیضا کا نام

''ربّنا آمین'' کہہ دو سب کی سب
ثمرۂ محنت مِلے بفضلِ رب

سلام

بچوں کا عزم

خود جاگ کر سبھی کو جگاتے رہیں گے ہم
سب مشکلوں کا بوجھ اٹھاتے رہیں گے ہم

وحدت وطن کی رکھ کے نگاہوں کے سامنے
خوشیوں کے گیت مل کے سناتے رہیں گے ہم

سندھی ہو یا بلوچی ہو، پنجابی یا پٹھان
مل جل کے زندگی کو نبھاتے رہیں گے ہم

غداریوں کے بیج سے، بوتے ہیں جس کو غیر
دیوار گر اُگی تو گراتے رہیں گے ہم
غوری ہو یا کہ غزنوی، شاہین یا خٹف
دشمن کے دل میں خوف بٹھاتے رہیں گے ہم

سرحد وطن کی مانگتی ہے آنکھیں جاگتی
یہ نکتہ سب کے دل میں بٹھاتے رہیں گے ہم

مایوسیوں کی شام نہ محفل پہ چھا سکے
اُمید کے دیئے کو جلاتے رہیں گے ہم

اُن کو بحال رکھیں گے، ورثے میں جو ملیں
کچھ بستیاں نئی بھی بساتے رہیں گے ہم

یہ تو وطن کے واسطے دولت ہیں بے مثال
پودے نئے نئے سے لگاتے رہیں گے ہم

اخلاص کا جواب ہم دیں گے خلوص سے
احسان اس طرح سے چکاتے رہیں گے ہم
جس راہ پر چلے ہیں وہ منزل کو پائیگی
اقدام اس یقیں سے اٹھاتے رہیں گے ہم

بچپن اگر ہے آج، جوانی بھی آئے گی
دن رات یوں خوشی سے بتاتے رہیں گے ہم

ہم امن کے نقیب اور مظہر خلوص کے
غیروں کے بھی دلوں میں سماتے رہیں گے ہم

ہوا

ورق ورق پہ سدا نم بکھیر دیتی ہے
ہوا جو روئے تو شبنم بکھیر دیتی ہے

ستارگانِ شبِ غم کا خوں، سحر سے مانگ
گلال رنگ کو پیہم بکھیر دیتی ہے

چمن میں دیکھ کے زخمِ گلِ تمنا کو
کمالِ فیض سے مرہم بکھیر دیتی ہے

زبان بند اگر دیکھتی ہے بلبل کی
وفورِ شوق سے سرگم بکھیر دیتی ہے
کسی نگر میں وہ چلتی ہے اس طرح سے بھی
کہ بھائی بھائی میں پھر رَم بکھیر دیتی ہے

اٹھا کے چلتی ہے شانوں پہ آبِ بحرِ سخا
برستی جاتی ہے ریشم بکھیر دیتی ہے

چلے جو تیز تو چھپّر اُڑائے دیتی ہے
وہ اس طرح سے کبھی غم بکھیر دیتی ہے

رواج نام سے جب بھی چلے تو یک رنگی
اگرچہ ہو وہ بُری، تاہم بکھیر دیتی ہے

لگے جو انساں کو، پھر کیسی علّتیں اُس پر
کبھی زیادہ کبھی کم بکھیر دیتی ہے

سکوت دیکھ کے مظہرؔ کبھی سمندر میں
اک ارتعاش سا یکدم بکھیر دیتی ہے

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

نالہ وفریاد

ایک ننھی کلی نے جب دیکھا
کوئی بھنورا شگفتہ پھول کا منہ
جاتے جاتے ادا سے چوم گیا
ایک حسرت سی دِل میں پیدا ہوئی
کتنا نازک تھا دِل جو ٹوٹ گیا
اُس نے سوچا جو وہ کھلی ہوتی
اُس کی جانب بھی آ گیا ہوتا
وہ جو بھنورا کہے نیازی سے
اور پھولوں سے پیار کرتا رہا
سوچ کیتند و تیز دھاروں میں
بہتے بہتے یہ کر کے قصدِ صمیم
اُس نے دامن کو چاک کر ڈالا
اِک اسی آس، اِس سہارے پر
آج بھنورا کوئی تو آئے گا
مسکرائے گا، راگ گائے گا

☆

سوچ جاری تھی کہ کوئی بھنورا
بھنبھناتا ہوا سا آ نکلا

پاس آتے ہی اُسکو چوم لیا
شریں رس تھا جو چُوس کر آخر
اور پھولوں کی سمت چلتا بنا

☆

شام کے ملگجی اندھیرے میں
بہتی ندیا کے آئینے میں جب
اُس نے دیکھا تو کھو چکی تھی وہ
اپنے رُخ کی گلاب شادابی

☆

اپنی کھوئی ہوئی جوانی پر
اشک افسوس سے بہاتے ہوئے
اُس نے خود سے کہا کہ اے ناداں!
تو نے کیوں اِس طرح کی چاہت کی؟
کاش، ہوتی نہ تو جواں ایسے!
کوئی آتا نہ اس طرف بھنْورا!!
کاش لٹتی نہ یوں جوانی تری!!!
یوں نہ لٹتا ترا یہ عہدِ شباب!!!!

☆

زندگی بے بسی ہے کیوں آخر
مختصر ہے شباب کیوں اتنا

چاہتوں میں جنوں ہے کیوں ایسا
خوابِ الفت ہی ٹوٹ جاتا ہے
کس لئے مختصر سے عرصے میں

☆

یا خدا! چاہتوں کو ٹھنڈا کر
یا تو پھر سوچنے کی آنکھیں دے
تا کہ نوخیز کلیاں میری طرح
چاہتوں کے جنوں کی ماری
بے بسی کے نہ درد سہتی رہیں
اشک صد حیف کے پروتی رہیں

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

مختصر نظم

اُس نے آنکھوں میں اشک بھر کے
یہ سوچا جس کی بنی تھی دلہن
بدیس دولت کمار ہا ہے
سہاگ میرا گنوا رہا ہے

ہائیکو

ایک چھوٹا سا کام کر دینا
اس سے پہلے کہ جرم ثابت ہو
میرا قصّہ تمام کر دینا

کس سے غافل تھا وہ شخص
یوں ہی لوگ تو دیوانے نہ تھے اُسکے
جانِ محفل تھا وہ شخص

۔شاعر دوست سیّد یونس اعجاز

ہائیکو

آنکھیں بے شک سو جائیں
وقت آنے پر قریہ قریہ جاگ اٹھیں
ایسے جذبے بو جائیں

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

علامہ اقبالؒ

وہ اک جوہر قابل تھا
امت جب کہ سوئی ہوئی تھی
وہ کب اُس سے غافل تھا

ہائیکو

شعلہ و شبنم کی کیا بات
دن اور رات کا رشتہ ازل سے
نور اور نار بھی ساتھ

گوشۂ بے نظیر میرا ہے
میری رگ رگ یہی صدا دے گی
ظالمو! کاشمیر میرا ہے

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

ہائیکو

پھیلے حلقے سکڑ گئے
جن احباب کی محفل شب بھر جمتی تھی
اک اک کر کے بچھڑ گئے

تیل کا ننھا دِیا
آس کی لگام ہاتھ میں لئے
شام سے ہے جل رہا

ہائیکو

سچ ہمیشہ اونچا ہے
اک نیزے کی انی پہ چڑھ کر
لگتا کوئی غنچہ ہے

www.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.

ریاض الجنّہ

یہ جنّت کا ٹکڑا ہے

زیرِ زمیں بھی، تا بفلک بھی

سایۂ رحمت پھیلا ہے

ہائیکو

تھا مَیں تھکن سے چور

شاہِ اُمم کا مسکن پا کر

سب غم ہو گئے دور

مَیں چمن میں روش روش ٹہلا

تا کہ گلدان میں سجا پاؤں

مل اگر جائیں نرگس و شہلا

تمت بالخیر

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006